ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّ خُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ

ترجمہ۔عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپؐ نے فرمایا۔ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن آگ کے شعلہ سے اور آدم (علیہ السلام) اس سے جو تم سے بیان کی گئی ہے (رواہ مسلم)

تشریح۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک سے اپنے اپنے مادہ خلقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ ملائکہ عظام سے نافرمانی ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ وہ نور ہی ہیں۔ جنوں سے زیادہ تر نافرمانی ہوتی ہے۔ کیونکہ آگ اپنی سوزش کے باعث حدِ اعتدال سے متجاوز ہے۔ اور آدمی مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ اس کے اندر اپنی مآل اندیشی نہیں ہے۔ اس لئے جن (جو شیطان کے نائب ہیں) اُسے گمراہ کر لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں قدوم میں ختنہ کیا تھا۔

تشریح۔ موطا امام مالک (رحمۃ اللہ) میں ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ مگر اسّی سال والا قول زیادہ صحیح ہے۔ قدوم بڑھئی کے ایک ہتھیار کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ جہاں انہوں نے ختنہ کیا تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى (متفق علیہ)۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تشریح۔ اس عبارت کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے منع فرما رہے ہیں کہ آپ کو یونس بن متی پر فضیلت نہ دی جائے اور یا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے آپ کو یونس بن متی سے بہتر خیال نہ کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّآءُ نَجَّارًا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ زکریا (علیہ السلام) بڑھئی تھے۔

تشریح۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی شخص کو بلحاظ کسی کسب کے ذلیل نہ سمجھا جائے۔ عام طور پر لوگ بڑھئی کو حقیر خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ زکریا علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے یہ کسب کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ. (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن آدمؑ کی ساری اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور پہلا شخص ہوں جس کی قبر کھلے گی۔ اور پہلا شفاعت کرنے والا۔ اور جس کی شفاعت قبول کی گئی ہو۔

تشریح۔ قیامت کے دن کی قید اس واسطے فرمائی کہ آپ کی سرداری کا ظہور اس دن ہوگا۔ اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ قرب الٰہی میں جو درجہ آپ کا ہے۔ وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (لمعات)

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب نبیوں میں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ اور میں سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤنگا

تشریح۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ آپ کو کامیابی حاصل ہوئی اور قیامت کے دن بھی تمام انبیاء علیہم السلام. اور اُن کی امتوں کے لئے جنّت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَّ لَا لِمَ صَنَعْتَ وَ لَا اَلَّا صَنَعْتَ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ مجھے آپؐ نے اُف بھی کبھی نہ کہا اور نہ یہ کہ تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہ کیوں تم نے نہیں کیا۔

تشریح۔ یہ آپ کے اعلےٰ اخلاق حمیدہ کا ثبوت ہے۔ ورنہ یہ ناممکن ہے۔ کہ چھوٹے بچہ کے کسی فعل پر غصّہ نہ آئے ایسے ناتجربہ کار بچے روزانہ کئی کام ایسے کرتے ہیں۔ جن سے خواہ مخواہ طیش آتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِّنْ اِمَآءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَاْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَآءَتْ۔ (رواہ البخاری)۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

تشریح۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں نخوت۔ تکبّر۔ رعونت نہیں تھی۔ بخلاف اس کے اس قدر حلیم۔ متواضع۔ منکسر المزاج ہیں کہ لونڈی بھی بلائے تو اس کی خدمت کرنا اپنی کسرِ شان خیال نہیں فرماتے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۹ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۸ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء | شمارہ ۱۵

مغربی تہذیب اور مسلمان

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے جو نہ صرف مہد سے لے کر لحد تک ہر شعبۂ حیات میں بلکہ عالم برزخ اور حشر میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا خدا الرحم الراحمین ہے اس کے رسول رحمۃ للعالمین ؐ ہیں اور یہ خود پیغام رحمت ہے۔ جب تک مسلمان نے اس پیغام رحمت کو اپنائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحمۃ للعالمین ؐ کی دعائیں اس کے شامل حال رہیں۔ یہ جس طرف رخ کرتا تھا۔ فتح و کامرانی اس کے قدم چومتی تھی۔

یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ مسلمان نے مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر اس پیغام رحمت سے منہ موڑ لیا ہے اس لئے ہر جگہ اس پر ذلت و خواری مسلط ہو چکی ہے۔ اس کی مثال اس بدقسمت شہزادہ کی سی ہے۔ جس کے اپنے گھر میں جواہرات اور سونے چاندی کا خزانہ موجود ہو اور وہ خود کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے در بدر بھیک مانگتا پھرتا ہو۔ مشرقی تہذیب کی نمائشی ٹیپ ٹاپ نے مسلمانان عالم کی اکثریت کی آنکھوں کو خیرہ کر کے ان کو مذہب اسلام سے بیگانہ کر دیا ہے۔ ان کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے ٹھیک کہا ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہر سچے مسلمان کو یہ دیکھ کر قلق ہوتا ہے کہ مسلمان زادے اسلام اور حاملین اسلام کا منہ چڑا رہے ہیں۔ وہ اپنی تقریر اور تحریر سے اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور اپنے زعم باطل میں اسے اسلام کی خدمت خیال کر رہے ہیں جو ان کو ان کی مذموم حرکات کا احساس دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو ملّا کا حقارت آمیز لقب دے کر یہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ ان کی طعن و تشنیع کے باوجود اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ایسے بندے پیدا کرتے رہیں گے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ان پر تنقید کرتے رہیں گے اور ان کو اس آئینہ میں ان کا منہ دکھاتے رہیں گے۔ کہ تمہارے خال و خد بگڑے ہوئے ہیں۔ ان کو درست کر لو۔ یہ مانیں یا نہ مانیں لیکن ان پر اتمام حجت ہو جائے گا۔

یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ جس کو دیکھا جائے تو چاروں طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ لیکن اس مایوسی کے دور میں کہیں کہیں امید کی کرن بھی نظر آنے لگتی ہے۔ امید کی یہ کرن مایوسی کے اس عالم میں بھی مسلمان کے مستقبل کو درخشندہ شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتی ہے ؎

نہیں ہوں نا امید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ایسی ہی ایک کرن ۱۹۵۸ء میں ملتان کے افق سے اس وقت نمودار ہوئی۔ جب وہاں کے طاؤس و رباب کے دلدادہ حکام نے ثقافتی میلہ کے بہانہ میں رقص و سرود کی محفل منعقد کرنے کی کوشش کی نہ صرف پاکستان کے دونوں حصوں سے بلکہ بیرونی ممالک کے ناچنے اور گانے والے مرد و زن کو اس محفل میں شرکت کی دعوت دی جا چکی تھی۔ ان میں اکثر ملتان پہنچ بھی چکے تھے لیکن ملتان کے غیور مسلمانوں نے رقص و سرود کے رنگ میں بیحیائی پھیلانے والوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور یہ محفل منعقد نہ ہو سکی۔

زندہ دلان ملتان کا یہی کارنامہ مستحق صد تحسین تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حصہ میں ایک اور سعادت لکھ رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے ہر پاکستانی مسلمان ملتان کا نام بڑے فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکے گا۔ محفل رقص و سرود کی بجائے ملتان میں حسن قرأت کی محفل منعقد کی گئی جس کی روئداد اس وقت ہمارے سامنے ہے اس محفل میں شریک ہونے والے قاری حضرات کو انعامات دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ چار پانچ گھنٹے تک اس محفل میں شریک ہونے والے حکام اور عوام پر وجد کی سی حالت طاری رہی۔ ملتان نے پاکستان کے دوسرے شہروں اور قصبات کے لئے ایک ایسی مثال پیدا کر دی ہے۔ کہ اگر ہر جگہ اس قسم کی محفلیں منعقد ہونے لگیں تو ممکن ہے کہ وہ دن ہم اپنی آنکھ سے دیکھ سکیں۔ جب رقص و سرود کی محفلوں کے مقابلے میں مسلمان حسن قرأت کی مجالس کو ترجیح دینے لگیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دوبارہ کھینچ کر اس ملک کو ایک بار پھر جنت کا نمونہ بنا دیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے حکام اور عوام دونوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اله العالمین۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب

۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کی رات کو مجلس ذکر کے بعد نماز عشاء سے فارغ ہو کر جب حضرت گھر تشریف لے گئے تو اچانک آپ پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ جمعہ کے روز مرض کی شدت بدستور قائم رہی۔ اس لئے آپ نماز جمعہ کے لئے بھی مسجد میں تشریف نہ لا سکے اس شمارہ میں جو خطبہ ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ وہ حضرت کی غیر حاضری میں آپ کے چھوٹے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب نے ہی پڑھا تھا۔

جمعہ کے روز مرض کی شدت کے باعث حضرت جو باتیں فرماتے تھے وہ بھی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اس لئے آپ کے اعزہ و اقارب اور خدام کی طبیعت سارا دن پریشان رہی۔ اگلے روز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرض کی شدت میں معتدبہ کمی ہو گئی۔ لیکن کمزوری بہت زیادہ رہی۔ تیسرے روز صبح کو بفضلہ تعالیٰ افاقہ رہا۔ لیکن دس بجے کے قریب طبیعت دوبارہ خراب ہو گئی اس لئے عصر کے بعد آپ کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ الحمدللہ چوتھے دن صبح کو طبیعت اچھی رہی۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ رب العزت میں خلوص دل سے دعا کریں کہ وہ جلد از جلد حضرت کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے تاکہ آپ کے وجود مبارک سے مسلمانوں کو جو فیض اس وقت پہنچ رہا ہے۔ وہ تا دیر پہنچتا رہے۔ آمین یا اله العالمین ؎

باقی صفحہ ۱۱ پر

عظمتِ رفتہ کی یاد

از جناب علاؤالدین صاحب اخگر

مسلماں۔ آہ مسلماں! یاد ہے جب تو مسلماں تھا
تری گفتار قرآں تھا۔ ترا کردار قرآں تھا

کہیں تھی سطوتِ قیصر کہیں تھی دولتِ کسریٰ
ترا سرمایۂ نازش مگر اک نورِ ایماں تھا

نہ تیغِ اصفہانی تھی۔ نہ زرہِ سیستانی تھی
فقط جوشِ شہادت اے مجاہد تیرا ساماں تھا

تری فتح بدر پر تو جو راضی تو خدا راضی
اُحد میں تو پریشاں تھا تو دوراں بھی پریشاں تھا

زہے قسمت کہ شاہِ دو جہاں تیرے مُربّی تھے
کہ تو جب اُن کا خواہاں تھا خدا بھی تیرا خواہاں تھا

فلک اقرار کرتا تھا تری شانِ کریمی کا
کہ تو جب گُل بداماں تھا۔ زمانہ گُل بداماں تھا

یتیموں کا تُو خادم تھا ضعیفوں کا سہارا تھا
تو رانڈوں کا محافظ تھا خدا تیرا نگہباں تھا

یہاں صدیقؓ۔ واں فاروقؓ۔ یاں سلماںؓ وہاں عثمانؓ
اِدھر حیدرؓ اُدھر بوذرؓ نثارِ شمعِ فاراں تھا

ذرا چشمِ تصوّر سے نگاہ کر اپنے ماضی پر
کہ جب تاریک عالم میں ترا گھر ہی چراغاں تھا

بیاں اخگر سے کیوں ہو عظمتِ رفتہ کا افسانہ
ترے آقاؐ کا جبریلِ امیں ادنیٰ سا درباں تھا

خطبہ یوم الجمعۃ ۲ر رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۶۰ء عیسوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ

آخرت کی زندگی میں دربار الٰہی سے امن کا تمغہ حاصل کرنیوالے

ہمارے محاورات میں دو لفظ مستعمل ہیں ۱۔ امن اور ۲۔ بدامنی

بالفاظ دیگر

امن کی معنی چین ہے اور بدامنی کی معنی بے چینی ہے

اب قرآن مجید کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرنیکے بعد کون لوگ چین میں ہونگے

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

(وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۵ وَ كَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۵ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۵) سورۃ الانعام ع ۹ پ ۷۔

ترجمہ۔ اور اس (ابراہیم علیہ السلام) کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا۔ اس نے کہا۔ کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک ہونے میں جھگڑتے ہو۔ اور اس نے میری راہنمائی کی ہے اور جنہیں تم شریک کرتے ہو۔ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ مگر یہ کہ میرا رب مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے میرے رب نے علم کے لحاظ سے سب چیزوں پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں۔ حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اس چیز کو جس کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اگر تم کو کچھ سمجھ ہے۔ تو (بتاؤ) دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک نہیں ملایا۔ امن انہیں کے لئے ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔

شرک

یہ ہے کہ جو تعلق انسان کا فقط اللہ تعالیٰ سے ہی ہونا چاہیئے۔ وہ تعلق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے بھی رکھے

شرک کی اس تعریف کو پیش نظر

رکھ کر قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیئے کہ کون کون سا تعلق فقط اللہ تعالیٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا اور کئی لوگ بے سمجھی اور قرآن مجید کی تعلیم سے ناواقفیت کے باعث اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے بھی رکھتے ہیں۔ اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال

اولاد سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی دے نہیں سکتا

(هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۵) سورۃ آل عمران ع ۴ پ ۳۔

ترجمہ۔ زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی۔ کہا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے

فقط انبیاء علیہم السلام

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ معزز۔ سب سے زیادہ مقبول۔ سب سے زیادہ محبوب حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں جب انبیاء علیہم السلام بھی اولاد حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں تو اور کون دم مار سکتا ہے کہ میں بھی اولاد دے سکتا ہوں۔

اب اگر کوئی شخص

اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے سے اولاد کی درخواست کرے کہ مجھے اولاد عطا فرمایئے تو یہی شرک ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل بہت سے مسلمان اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کے دروازوں پر چل کر جاتے ہیں۔ کوئی چار میل کے فاصلہ پر۔ کوئی آٹھ میل کے فاصلہ پر کوئی دس میل کے فاصلہ پر جاتا ہے کہ ان کے مزار پر جاکر بیٹا مانگ لائیں۔ اسی کا نام شرک ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی بھی اولاد دے نہیں سکتا۔ تو پھر اتنی دور جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا تو قرآن مجید میں صاف اعلان ہے۔ کہ میں انسان کے گلے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

دوسری مثال

مسلمانوں میں شرک کی دوسری مثال ملاحظہ ہو کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے دروازوں پر مشکل کشائی کیلئے جاتے ہیں حالانکہ جن کے مزارات پر جاکر اپنی مشکل کشائی کے لئے معروضات پیش کرتے ہیں۔ اور حاجت پوری ہونیکے بعد چڑھاوے چڑھانے کا وعدہ کرکے آتے ہیں اور مشکل حل ہو جائے تو جس چڑھاوے کی منت مان کر آئے تھے ان کے مزارات پر جاکر وہ چڑھاوا چڑھاتے ہیں حالانکہ میرا یقین ہے کہ اولیاء کرام کا بلا استثنا یہی شیوہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کھینچ کر اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر لانا نہ کہ اللہ تعالےٰ کے دروازہ سے ہٹا کر اپنے دروازہ پر لانا۔ لہٰذا اپنی حاجتوں کو اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کے دروازہ پر جاکر پیش کرنا۔ اور اللہ تعالےٰ کام کر دے تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں غیر اللہ کا شکر بجا لانا یہ شرک بکثرت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ دعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب بندوں کو (مرد ہوں یا عورتیں) اس شرک سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام۔ بلکہ تمام مخلص مومن (مرد اور عورتیں) اس شرک سے پاک ہیں۔ ہاں مسلمانوں کا جاہل طبقہ جن کا تعلق کتاب و سنت کے کسی کامل عالم سے نہیں ہے۔ وہ لوگ اپنی جہالت اور نادانی سے اس شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شرک کی سزا

ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝ سورۃ النساء ع ۷۔ پ ۵۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا۔ جو اس کا شریک کرے اور شرک کے ماسوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص شرک کرتے ہوئے مر جائے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔ اور دوزخ سے کبھی نہیں نکلے گا۔ اللھم اعذنا منہ وجمیع المسلمین۔

نمبر ۲

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا ۚ وَھُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ سورۃ النمل ع ۷۔ پ ۲۰۔ ترجمہ۔ جو نیکی لائے گا۔ سو اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہونگے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

"یعنی بڑی گھبراہٹ سے۔ کما قال تعالیٰ لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (انبیاء ع ۷)۔ اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔"

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ دنیا سے نیکیاں کر کے جائیں گے۔ وہ قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے باعث بڑی سخت گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے۔ "یہی چیز تو واضح کی جا رہی ہے کہ قیامت کے دن امن یعنی چین کن لوگوں کو نصیب ہوگا۔"

نمبر ۳

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ۭ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ سورۃ حٰم السجدہ ع ۵ پ ۲۴۔ ترجمہ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں۔ وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا۔ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا جو چاہو کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ وہ دیکھ رہا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کونیہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شبہات پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں۔ یا خواہ مخواہ توڑ موڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں۔ مگر خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں۔ جس وقت سامنے جائینگے دیکھ لیں گے۔ فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا اسی لئے آگے فرما دیا۔ "اعملوا ما شئتم اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے۔ کئے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں۔ ایک دن ان کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے اور ایک جو اپنی شرافت و سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے۔

نمبر ۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ سورۃ السباء ع ۴-۵- پ ۲۲- ترجمہ- اور ہم نے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ تو وہاں کے دولتمندوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر آئے ہو۔ ہم نہیں مانتے اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔ کہدو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی کشادہ کر دیتا ہے۔ اور کم کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دے۔ مگر جو ایمان لایا اور نیک کام کئے۔ پس وہی لوگ ہیں۔ جن کے لئے دگنا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور وہی بالاخانوں میں امن سے ہوں گے۔

دولتمندوں میں سے فقط مغرور اور متکبر طبقہ

آج کل کے دولتمندوں میں سے فقط مغرور اور متکبر طبقہ سے اپیل کرتا ہوں کہ مذکورۃ الصدر آیتوں کو آنکھیں کھول کر ذرا غور سے پڑھیں کہ ان آیات کے آئینہ میں کہیں تمہیں اپنا منہ تو نظر نہیں آرہا یہ یاد رکھئے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور انور کے مبارک دور سے قیامت تک علماء دین دنیا کے ہر خطہ میں قرآن مجید کا پیغام الٰہی ہاتھ میں لے کر جائیں گے اور وہاں کے باشندوں کو قرآن مجید کا پیغام پہنچائیں گے۔ پھر ان لوگوں میں سے بعض اسی وضع قطع کے بھی دولت کے نشہ میں مخمور ہوں گے۔ جیسے کہ وہ لوگ تھے۔ جن کا ذکر مذکورہ آیات میں ہے۔ جو یہ کہتے تھے کہ ہم تمہاری باتوں کو نہیں مانتے اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ان کی بیہودگی کا باعث دولت کا نشہ تھا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مالدار اور دولتمند ہونیکے لحاظ سے کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ چنانچہ

آج کل بھی دولتمندوں میں بعض دولت کے نشہ میں بدمست ہونے والے ایسے دنیادار موجود ہیں کہ جب علماء ربانی (جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے اور بائیں ہاتھ میں احادیث نبویہ ہوتی ہیں) ان لوگوں کو تبلیغ حق فرماتے ہیں۔ تو وہ ان حق پرست علماء کرام کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کی پیش کردہ ہدایات ربانی اور ارشادات نبویہ کو طلازم کہہ کر ٹال دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس قسم کے لوگوں کو مذہب اور حاملین مذہب پر مذاق اڑانے کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ورنہ

یہ لوگ یاد رکھیں اس وقت جو نتیجہ دونوں جماعتوں کا سورۃ سبا میں بیان کیا گیا ہے۔ وہی نتیجہ ان مذاق اڑانے والوں کے حق میں بھی نکلے گا۔ تبلیغ حق کرنے والے گروہ کا نتیجہ (وَھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ)۔ ترجمہ۔ اور وہی بالاخانوں میں (یعنی بہشت میں) امن سے ہوں گے اور ان کے مخالف (اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ) وہ عذاب میں پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ۔

نمبر ۵

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝) سورۃ الحجر ع ۴ - پ ۱۴۔

ترجمہ۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔ ان باغوں میں سلامتی اور امن سے جا کر رہو اور ان کے دلوں میں (جو دنیا میں) کینہ تھا۔ ہم وہ سب دور کر دینگے سب بھائی بھائی ہوں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے والے ہوں گے۔ انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچیگی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ میرے بندوں کو اطلاع دے کہ بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

نمبر ۶

(فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَھْلِہٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ۝) (سورۃ القصص ع ۴ - پ ۲۰۔

ترجمہ۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام وہ مدت پوری کر چکا اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا آگ کا انگارا لے آؤں۔ تاکہ تم سینکو پھر جب اس کے پاس پہنچا۔ تو میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ جہان کا رب ہوں اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دے۔ پھر جب اسے دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر الٹا بھاگا۔ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ علیہ السلام سامنے آ اور ڈر نہیں۔ بے شک تو امن والوں سے ہے۔

امن کی خوشخبری دنیا ہی میں مل گئی

حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی پاتے رہتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دنیا ہی میں یہ خوشخبری مل گئی کہ آپ کو بارگاہ الٰہی نے اپنے ان مقبول بندوں میں شامل فرما لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہر گرفت اور ہر عذاب سے امن میں رہنے والے ہیں اللھم اجعلنا منھم بفضلک وکرمک ومنک۔ آمین یا الہ العالمین

مذکورۃ الصدر آیات میں جو قصہ ہے۔

اس کی تفصیل شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب کے بیان سے ملاحظہ ہو۔ "یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے آپ کو بھی ملی جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی۔ آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ حق میں جو صعوبات و شدائد برداشت کیں آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح ان کو آخرکار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن منصور ہوئے۔ آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہونگے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے۔ چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا۔ اسکے مناسب نبوت موسوی کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔"

دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح اسلام کے دشمنوں کے شر سے بچائے اور انکے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح استقامت عطا فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح مرتے دم تک اسلام کا بول بالا کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور اس ساری کوشش کرنے میں فقط رضائے الٰہی مطلوب اور مقصود بنانے کی توفیق نصیب ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمیں بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما دے جو دنیا میں رہتے ہوئے بھی بارگاہ الٰہی میں آمنین کی فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں آمین یا الہ العالمین

نمبر ۷

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ۝ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ کَذٰلِکَ وَزَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝ یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِکُلِّ فَاکِھَۃٍ اٰمِنِیْنَ ۝ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَۃَ الْاُوْلٰی وَوَقٰھُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝)

سورۃ الدخان ع ۳ - پ ۲۵۔ ترجمہ۔ بے شک پرہیزگار ہی امن کی جگہ میں ہونگے باغوں اور چشموں میں۔ باریک ریشم اور گاڑھا پہن کر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ یونہی ہوگا اور ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔ وہ اس میں ہر قسم کا میوہ امن و اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہاں پہلی موت کے سوا اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے اور انہیں اللہ دوزخ کے عذاب سے بچائیگا یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

مذکورۃ الصدر انعامات متقیوں کیلئے ہونگے

متقی کسے کہتے ہیں

حق پرست علمائے کرام متقی کے معنی یہ کیا کرتے ہیں اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِیْ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ۔ ترجمہ۔ متقی وہ شخص ہے جو ہر اس چیز سے بچے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ

نے منع کیا ہے۔ مثلاً عقائد کے سلسلہ میں انسان تین باطل عقیدوں سے بچے اور وہ شرک۔ کفر اور نفاق اعتقادی ہیں معاملات کرنے کے سلسلہ میں کسی کی ایک کوڑی بھی نہ کھائیے۔ اگر کسی سے کوئی وعدہ کرے تو اُسے ٹھیک وقت پر پورا کر دکھائیے۔ بات کرنے میں کبھی جھوٹ نہ بولے۔ نکاح کرتے وقت بیوی کو جتنا مہر کے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسے ضرور ادا کردے۔ ایسا نہ کرے کہ وعدہ کرنے کے بعد بیوی پر دباؤ ڈال کر اور اسے مجبور کرکے اس سے معافی لے لے۔ یہ بھی تقوے کے خلاف ہے اور منت وسماجت کرکے عورت کو معاف کرنے پر مجبور کرنا تقوے (پرہیزگاری) کے خلاف ہے اور بدعہدی ہے۔ یا شادی ہونے کے بعد بیوی کو مجبور کرنا کہ مجھے تمہارے ماں باپ کے گھر سے چوری کرکے وہ دستاویز لا دے جو انہوں نے مجھ سے نکاح کے وقت مہر کا لکھایا ہوا ہے۔ یہ چیز بھی تقوے کے خلاف ہے۔ بلکہ بدترین بدعہدی کی گھناونی تصویر ہے۔ کیا ایسی بیہودہ اور شرافت کے خلاف حرکتیں کرنے والے انسان اللہ تعالےٰ کے متقی بندوں کی فہرست میں آنے کے قابل ہیں؟ تجارت میں تقوے یہ ہے کہ گاہک سے جس چیز کے دام لے۔ وہ چیز واقعی اور کھری اور اصلی اسے دے۔ ایسا نہ کرے۔ کہ دام تو اصلی کے لے اور اسے نقلی چیز دے۔ مثلاً دام تو اصلی گھی کے لے۔ اور اسے نقلی یعنی بناوٹی گھی دے۔ یہ چیز بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔ ایسے بددیانت متقیوں کی فہرست میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ ایسے فریب کاروں اور دھوکے بازوں کو اپنے پرہیزگار بندوں میں شامل کریگا؟ ہرگز نہیں۔ مرد کی دوسری بیوی خاوند کی پہلی بیوی کے بچوں کو عموماً اس نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ جس محبت اور پیار سے اپنے جنے ہوئے بچوں کو دیکھتی ہے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو۔ پہلی بیوی کے بچوں کو تنگ کرتی رہتی ہے۔ یہ بھی تقوے کے خلاف ہے اور تقوے ہی کی برکت سے تو بہشت میں جاتا ہے۔ پھر یہ سوتیلی ماں سوچ لے کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس کا کیا حال ہوگا۔ اور اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

حضور انورؐ کی امت کے متقی خود امن پانیوالے اور انبیاء سابق علیہم السلام کو انکی امتوں کے الزام سے بری کرکے امن دلانے والے ہوں گے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (الآیۃ سورۃ البقرۃ ع ۱۷۔ پ ۲)۔ ترجمہ اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ رہو۔ اور رسول تم پر گواہ ہو۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

آیت کے مضمون کی وضاحت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحبؒ کا حاشیہ ملاحظہ ہو "یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے۔ ایسا ہی ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا۔ تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت اور صداقت کی گواہی دیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی۔ اس وقت آپ کی امت انبیاءؑ کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔ انکی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے۔ اس وقت وہ امتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا۔ پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔ اس وقت آپؐ کی امت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا۔ اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں فائدہ۔ وَسَطْ (یہ لفظ آیت میں آیا ہے) یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے۔ کہ یہ امت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے۔ جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے۔"

حضور انورؐ کی امت میں سے وہ لوگ کس فرقے کے ہونگے

جو آپ کی امت میں سے ہوں گے اور دربار الٰہی میں شہادت یہ دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے بیشک اپنی اپنی امت کو پیغام حق پہنچایا تھا۔ انکی امتیں جھوٹ بول رہی ہیں کہ ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔

کس فرقے کے سوال کا مطلب

یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تہتّر فرقے ہوں گے۔ اور اپنی امت کے تہتّر فرقے ہونے کی اطلاع حضورؐ ہی نے دی ہے۔ اس لیئے ممکن ہے کہ خدام الدین کے پڑھنے والوں کی طبیعت میں یہ خیال آئے۔ لہٰذا اس شبہ کا حل بھی حضور انورؐ کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

حدیث شریف

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ میری امت پر ضرور ضرور وہ دور آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح کہ ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک (برابری ہوگی) کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا تھا۔ جس نے اپنی ماں سے (علانیہ) بدکاری کی تھی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو یہ فعل کریگا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں پر بٹے گی (اور وہ) سب دوزخ میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے (یعنی فقط ایک فرقہ

میری امت میں سے بہشت میں جائے گا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا جس طریقہ پہ ہیں اور میرے صحابہؓ کرام ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ بنی اسرائیل تو بہتر فرقوں پر بٹ گئے تھے اور مسلمان تہتر فرقوں میں بٹیں گے۔ اور ان تہتر میں سے فقط ایک فرقہ بہشت میں جائے گا۔ اور بہتر دوزخ میں جائیں گے

اس اعلان نبویؐ کے بعد

ہر مسلمان کو اپنے فرقے کے راہ نماؤں سے پوچھنے کا حق ہے اور بلکہ ضرور پوچھنا چاہیئے کہ جو دین آپ، ہمیں سکھا رہے ہیں اور دوسروں پر ان چیزوں کا پابند نہ ہونے پر آپ طعن و تشنیع کر رہے ہیں یعنی اس فرقہ کے لوگوں پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ مذہبی رسوم کو ادا نہیں کرتے۔ اس لئے گمراہ ہیں۔ کیا یہ دینی رسوم (جو آپ سکھا رہے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم ان دینی رسوم کو بجا لایا کرتے تھے۔ اس طرح کرنے سے انشاء اللہ تعالےٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا اور اگر راہ نمایان دین یہ فرمائیں کہ یہ مذہبی رسوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ تو نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ ان رسوم یا ان وظائف کے کرنے سے ثواب ہوتا ہے تو آپ ان سے یہ عرض کریں کہ چلو مان لیا جائے کہ ثواب ہوتا ہے۔ مگر آپ کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے۔ کہ جو رسوم یا وظائف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے نہیں پڑھے۔ آپ ان وظائف کے پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت کو کیوں مجبور کرتے ہیں۔ یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ دین میں کچھ چیزیں ایجاد کریں اور ساری امت کو مجبور کریں اور جو نہ پڑھے اس پر طعن و تشنیع کریں انشاء اللہ تعالیٰ اگر سارے راہ نمایان اسلام اس مذکورالصدر قاعدے کو مان لیں تو اسلامی فرقوں کے مذہبی جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدوم و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اللہ ہو کے پاک نام کے فوائد

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۝ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔ اَمَّا بَعدُ

عرض یہ ہے کہ اَللّٰہُ ھُو کے پاک نام کے بے شمار فائدے ہیں۔ آج میں ان میں سے ایک فائدہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نوحؑ کی قوم کے متعلق قرآن مجید میں اِنَّھُم کَانُوا قَومًا عَمِینَ (سورہ الاعراف ع ۸۔ پ ۸)۔ ترجمہ۔ وہ لوگ اندھے تھے۔ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ ان آنکھوں کے اندھے نہ تھے۔ بلکہ دل کے اندھے تھے۔ فطرت سلیمہ کا نور نہ ہونے کے باعث وہ پیغمبر کو نہ پہچان سکے۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکامات پر عمل نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ ان کو اندھا فرما رہے ہیں

دو قسم کی آنکھیں

میں پہلے کسی مجلس ذکر میں عرض کر چکا ہوں کہ آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں ۱۔ ظاہری آنکھیں (۲) دل کی آنکھیں۔ دل کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے فرماتے ہیں۔ فَاِنَّھَا لَا تَعمَی الاَبصَارُ وَلٰکِن تَعمَی القُلُوبُ الَّتِی فِی الصُّدُورِ ۝ (سورۃ الحج۔ ع ۶۔ پ ۱۷)۔ (ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے۔ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں۔ اندھے ہو جاتے ہیں۔

چار طریقے

اولیاء کرام کے چار طریقے ہیں۔ ۱۔ نقشبندی۔ ۲۔ سہروردی۔ ۳۔ چشتی۔ ۴۔ قادری۔ ان سب کا مقصد ایک ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا جس طرح مرکزی نقطہ ایک ہوتا ہے اور اس سے بے شمار خط نکلتے ہیں۔ وہ سب مرکزی نقطہ پر آ کر مل جاتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے مختلف طریقے ایجاد کر رکھے ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ ہمارا سلسلہ قادری ہے۔

تکمیل کے بعد

دل کی آنکھیں حاصل ہو جاتی ہیں جس طرح آنکھوں میں بینائی ہو اور سورج نکلا ہوا ہو تو سب کچھ نظر آتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ کے اندر فطرت سلیمہ کا نور موجود تھا۔ اس لئے ان کو دل کی آنکھیں وہبیاً حاصل ہوتی تھیں۔ ان کو ریاضت کی ضرورت نہ تھی۔

صحابہ کرامؓ کی مثال

ستاروں کی سی ہے۔ آسمان پر ستارے جگمگا رہے ہوں تو ان کی روشنی میں بھی اکثر چیزیں نظر آتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی لوگوں کے اندر فطرت سلیمہ کا نور باقی تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں بھی دل کی آنکھیں وہبیاً حاصل ہوتی تھیں۔

اندھیری رات

جب رات اندھیری ہو نہ آسمان پر سورج ہو۔ نہ ستارے ہوں چاروں طرف بادل چھائے ہوئے ہوں تو ہر شخص کو اپنا چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وقت روحانیت کا ایسا ہی دور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں آرام فرما ہیں۔ صحابہ کرامؓ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ گویا اب روحانیت کا نہ سورج آسمان پر موجود ہے اور نہ ستارے۔ اب کسبًا دل کی آنکھیں حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ اس کے لئے اللہ ھو کے پاک نام کی اہل اللہ مشق کراتے ہیں اس سے دل کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ حلال اور حرام کی تمیز ہو جاتی ہے

اَللّٰہُ ھُو

کے پاک نام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ

حلال اور حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے جس طرح ظاہری آنکھوں کے بینا کو پتہ لگتا ہے کہ بکری ہے یا سئور۔ اسی طرح باطن کی بینائی والے کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں حرام۔ وہ کھانے۔ پینے۔ پہننے اور مکان کے معاملہ میں حرام سے بچتا ہے۔ جب یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان ہر چیز میں حلال اور حرام کی تمیز کر سکتا ہے۔ جب تک اللہ ہُو کے نصاب کی تکمیل نہ ہو یہ استعداد پیدا نہیں ہوتی۔

تکمیل نہ ہو

تو میں اجازت نہیں دیا کرتا۔ جس طرح مدارس عربیہ کا فارغ التحصیل عربی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے۔ بی اے اور ایم اے انگریزی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے اسی طرح اللہ ہُو کا نصاب پورا کر لینے کے بعد کھانے پینے پہننے اور مکان کے متعلق مشق کے بعد پتہ لگتا ہے کہ حلال ہے یا حرام ابھی چند روز ہوئے دو صاحب آئے تھے۔ ایک سندھ اور دوسرے بہاولپور سے آئے تھے۔ دونوں نصاب کی تکمیل کر چکے تھے۔ پہلے دونوں کو ٹسٹ کرنے کا طریقہ سکھایا۔ پھر بازار سے چند چیزیں منگوائیں اور ان کو کاغذ پنسل دے کر کہا کہ ان کو ٹسٹ کر کے دکھاؤ۔ دونوں کے جوابات میں کچھ غلطیاں تھیں میں نے ان سے کہا کہ مشق کرنے سے یہ غلطیاں دُور ہو جائیں گی۔

حرام کھانے سے

اللہ تعالےٰ کے نور کی روشنی بجھ جاتی ہے۔ عبادت میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ حرام کھانے سے سلب ہو جاتی ہے۔ بعض احباب جب شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں لطف نہیں آتا۔ تو میں فوراً کہتا ہوں کہ آپ نے حرام کھایا ہوگا حرام کھانے کا جو نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثانی) (ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں داخل نہوگا اور حرام مال سے پرورش پانے والا ہر گوشت اس بات کا مستحق ہے کہ دوزخ (کی آگ) اس کو اپنے اندر سمیٹے) اگر دل میں ایمان تھا تو حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت دوزخ میں جل جائے گا تو باقی کو نکال کر جنت میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ ہُو کے پاک نام سے حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے پھر نہ حرام کھائے گا۔ نہ حرام کا گوشت وجود پر آئے گا۔ اور نہ دوزخ میں جلنے پائے گا۔

اللہ ہُو کے ذکر

کو بعض لوگ بدعت کہتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ کو بدعت کے معنی نہیں آتے۔ بدعت کے معنی ہیں کہ دین کے رنگ میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے اور اس کو ساری امت کے لئے لازم قرار دیا جائے۔ تب وہ بدعت بنے گی۔ جو اللہ ہُو کا پاک نام نہیں سیکھنا چاہتے نہ سیکھیں۔ ہم ان کو کب مجبور کرتے ہیں کہ ضرور سیکھو۔ جو سیکھے گا۔ اس کو حلال اور حرام کی تمیز ہو جائے گی اور حرام سے بچ جائے گا۔ اگر وجود پر گوشت حلال مال سے پرورش پایا ہوا ہوگا۔ تو جنت میں داخل ہوگا۔

خوفِ خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خوف خدا اس قدر غالب تھا۔ کہ اگر غلطی ہو جاتی تھی۔ تو خود بخود آپ کے حضورؐ میں آکر اقرار کر لیتے تھے۔ ان کو کسب کی ضرورت نہ تھی۔ آپؐ کے زمانہ میں زنا کا ایک ہی واقعہ ہوا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

عَنْ بُرَیْدَۃَؓ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِکٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ طَہِّرْنِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الرَّابِعَۃُ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَ اُطَہِّرُکَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبِہٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اِنَّہٗ لَیْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْکَہَہٗ فَلَمْ یَجِدْ مِنْہُ رِیْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَیْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا یَوْمَیْنِ اَوْ ثَلَاثَۃً ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ اُمَّۃٍ لَوَسِعَتْہُمْ الحدیث (رواہ مسلم) (کتاب الحدود۔ الفصل الاول) (ترجمہ بریدہؓ سے روایت ہے۔ کہا ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے پاس آئے۔ پھر کہا یا رسول اللہؐ مجھے پاک کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر۔ واپس جا اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اور توبہ کر۔ وہ چلا گیا اور تھوڑی دُور جا کر پھر واپس آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہؐ مجھ کو پاک کیجئے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ فرمائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوتھی مرتبہ (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کس چیز سے تجھے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کی زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ پاگل ہے۔ پھر آپؐ کو خبر دی گئی کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا اس نے شراب پی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا۔ پھر اس کو سونگھا پھر شراب کی بو نہ پائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ پھر اس کے متعلق حکم دیا۔ پھر اس کو سنگسار کیا گیا۔ پھر دو یا تین دن گذر گئے۔ پھر رسول اللہؐ تشریف لائے پھر آپؐ نے فرمایا۔ ماعز بن مالکؓ کے لئے بخشش مانگو۔ البتہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت میں تقسیم کر دی جاتی تو سب کو گھیر لیتی) اب یہ حالت ہے کہ سب گناہ کرنے کے بعد اقرار جرم تو بجائے خود رہا۔ الٹا اپنے آپ کو جنت کا وارث سمجھتے ہیں۔ اب طبیعتوں میں خوف خدا نہیں رہا۔ اس لئے کسبًا پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ ہی دوکاندار تھے۔ وہی بیچنے والے اور وہی خریدنے والے تھے۔ انکو کسبًا حلال اور حرام کی تمیز پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اب اکثریت باطن کے اندھوں کی ہے اس لئے اب کسبًا اس تمیز کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

انسانیت کا رنگ

باقی بر صفحہ ۱۴

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی

مہمان نوازی

ماخوذ از شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی

از مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی

مولانا خاندانی یا ذاتی حیثیت سے کوئی رئیس و متمول شخص نہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ اور نائبین انبیاء کا سا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا۔ وہ بہت کم دوسروں کے ممنون ہوئے اور انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا۔ ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع ترین مہمان خانوں میں سے تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ بعض واقفین کا اندازہ ہے کہ پچاس مہمانوں کی روزانہ اوسط تھی۔ پھر اس میں ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے لوگ ہوتے تھے۔ مولانا کی بشاشت انتظام مستعدی اہتمام بتلاتا تھا کہ ان کو کس قدر قلبی مسرت اور روحانی لذت حاصل ہو رہی ہے ضیافت و مہمان نوازی اور اطعام طعام ان کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ پھر مہمانوں کے ساتھ وہ جس تواضع اور انکسار اور جن اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکھ کر قدیم عرب شاعر کا یہ شعر بے اختیار یاد آتا تھا۔

"میں مہمان کا غلام ہوں۔ جبتک وہ
میرے گھر مہمان رہے اور زندگی
کا یہی ایک موقع ہے۔ جس میں میں
غلام معلوم ہوتا ہوں"۔

ادب اور لجاجت سے حضرت کو روکا۔ مولانا نے اس پر حسرت سے فرمایا "آپ مجھے اس ثواب سے کیوں محروم کرتے ہیں کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت کر سکوں"۔ مجھ پر اس ارشاد کے بعد جو گذری۔ میرے لئے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

واقعہ یہ بھی ہے کہ میں بارہ برس بعد آج پہلی بار اس واقعہ کا انکشاف کر رہا ہوں۔ اور اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس راز کو فاش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان کی فراخدلی اور ان کے اخلاق کا یہ ادنیٰ نمونہ تھا۔

مہمان نوازی و کسر نفسی و خدمت خلق

محب مکرم جناب مولانا فیض اللہ صاحب فیض آبادی مجاز حضرت شیخ الاسلام اس واقعہ کے ناقل ہیں۔ یہ سبق آموز واقعہ صرف عبرت و نصیحت کے خیال سے درج کرتا ہوں۔ ورنہ سینکڑوں واقعات ہیں۔ حضرت استاذ العرب والعجم کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد سے لے کر بارہ بجے شب تک حدیث کی سب سے عظیم بالشان کتاب بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ مولانا فیض اللہ صاحب دورۂ حدیث میں شامل تھے۔ یہ حضرت مولانا مرحوم کو لالٹین دکھلانے پر مامور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت اقدس قدس اللہ سرہ العزیز مہمان خانے میں تشریف لائے اور شب کا نصف حصہ گذر چکا تھا۔ سردی کا موسم ہے۔ ایک خستہ حال بوسیدہ کپڑے میں ملبوس چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کیوں بیٹھے ہیں۔ جبکہ سارے مہمان آرام فرما ہیں اور خود بھی ساتھ چل دیئے اور اس نووارد مہمان سے دریافت فرمایا تو اس مہمان نے جواب دیا کہ کسی صاحب نے مجھ کو دستر خوان سے اٹھا دیا ہے اور میرے پاس لحاف وغیرہ بھی نہیں ہے۔ حضرت پر بڑا اثر ہوا بار بار ان کا نام پوچھا۔ مگر پتہ نہ چلا۔ فوراً اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے کر خود باہر تشریف لائے اور جب تک اس مہمان نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ باہر ہی بیٹھے رہے۔ سارے مہمان اور اہل خانہ سو چکے تھے۔ حضرت اندر تشریف لے گئے۔ اور اپنا بستر اٹھا لائے اور اس کو بچھوایا۔ اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گذاری۔ مولانا فیض اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بہت اصرار کیا۔ اور چاہا کہ میں بستر لے آؤں اور حضرت آرام فرمائیں۔ مگر اس پیکر سنّت نے گوارا نہ فرمایا۔

(مولانا بشیر احمد صاحب فیض آبادی)

ہندوستان کے مشہور کمیونسٹ لیڈر

ڈاکٹر محمد اشرف صاحب کا مضمون

دیوبند کے قیام کی غالباً چوتھی شام تھی۔ کہ میں اپنے بستر پر دراز تھا۔ رات کے دس بج چکے تھے گھومنے پھرنے کی وجہ سے کچھ تھکن زیادہ تھی۔ چنانچہ لیمپ گل کیا اور سونے لگا۔ دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مجھے کچھ غنودگی سی تھی کہ میں نے ایک ہاتھ اپنے ٹخنہ پہ محسوس کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے کسی نے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے میں چوکنا ہو گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا بہ نفس نفیس اس گنہگار کے پاؤں دبانے میں مصروف ہیں۔ میری بدحواسی حیرانی اور شرمندگی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں میں نے پاؤں جلد جلد سکیڑے اور بڑے ادب اور لجاجت سے حضرت کو روکا۔

میرے ایک مخلص نے اپنے سفر دیوبند کا حال اس طرح بتایا۔

میں دیوبند جانے سے پہلے کٹر قسم کا مسلم لیگی تھا۔ مولوی صاحبان کو بُری اور حقیر نظروں سے دیکھتا تھا۔ مولانا مدنی کا بھی بہت مخالف ذہنی تھا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہوا تو سوچا کہ چلو آیا ہوں تو دارالعلوم بھی دیکھتا چلوں۔ پہنچا۔ معلوم ہوا۔ مولانا مدنی درس دے رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر میں تشریف لائیں گے۔ خبر رساں نے یہ پیغام بھی پہنچایا کہ آپ سے ضرور ملیں گے۔ چلے نہ جایئے گا۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ کہ مولانا سے تو میری ذرا سی بھی جان پہچان نہیں۔ نہ نام پوچھا نہ پتہ معلوم کیا خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ ہستی واقعی بے مثال اور بلند اخلاق کی مالک ہے۔ میں نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر حضرت مولانا کی آمد پر شرف ملاقات ہوا۔ مولانا نے مزاج پرسی کے بعد پوچھا بستر کہاں ہے؟ میں نے کہا۔ فلاں جگہ۔ آپ نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ بستر و سامان وغیرہ سب یہیں آئے گا۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ چلئے بتایئے بستر کہاں ہے میں اٹھا کر لاتا ہوں۔ یہ سن کر میں چکر میں پڑ گیا کہ میں یہ کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ مولانا کو بلد سامان وغیرہ لانے کا یقین دلایا اور رخصت حاصل کی۔ شب کو اس کشمکش و پنج میں کہ دارالعلوم کھانا کھا کر جاؤں یا بغیر کھانے کے کافی دیر ہو گئی۔ کچھ اور کام بھی کرنے تھے۔ چنانچہ پھر بے کھائے دارالعلوم کی طرف روانہ ہوا۔ پہنچا دیکھا کہ قریب قریب سب لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے دیکھ کر دل میں قسم کھائی کہ ایسوں کی غلامی میرے لئے باعث فخر ہے۔ ان کو بُرا کہنے والے دراصل اندھیروں میں ہیں اور ان پر حقیقت نہیں کھلی ہے۔

نہ جانے کتنی دیر سے میرا انتظار ہو رہا تھا ایک معمولی شخص کا انتظار ایک اجنبی شخص کا انتظار میں اندر ہی اندر حیرت زدہ تھا۔ کہ اب تک میں کن خرافات میں مبتلا اور کہاں تھا۔ الغرض کھانا سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھایا۔ تقریباً تیس چالیس آدمی تھے سنا کہ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر تعداد کم و بیش اتنی ہی رہتی ہے۔ جس کا تمام صرفہ مولانا مدنی اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے ہیں۔

(مولانا فرید الوحیدی صاحب)

ایک صاحب ایک مرتبہ دو ماہ تک مقیم رہے۔ نہ نماز پڑھتے اور نہ حضرت کی مجالس میں شریک ہوتے۔ خادم مہمان خانہ نے ان سے کہا۔ تم دو ماہ سے مقیم ہو۔ حضرت سے کوئی مقصد بھی عرض نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے۔ اگر تمہارا کام نہیں ہے تو جاؤ اپنا گھر بار دیکھو۔ اتفاق اور شومئے قسمت سے جس وقت خادم یہ کہہ رہا تھا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ بات رفت و گذشت ہو گئی۔ وہ مہمان بھی رخصت ہو گئے مجھے اور کسی کو یہ واقعہ یاد بھی نہ رہا۔ چند یوم کے بعد کسی موقعہ پر حضرت رح کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ راقم الحروف حاضر ہوا۔ حضرت مطالعہ فرما رہے تھے۔ جونہی میری طرف نظر ڈالی۔ ڈانٹنا شروع کیا "کس نے مہمان سے کہا کہ چلے جاؤ" "مردک گدھے تو اسی لئے پیدا ہوا تھا" یوں تو عموماً حضرت میری غلطیوں پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی یہ تنبیہ زبان و بیان کی حد سے گذر کر دست مبارک اور سرِ ناپاک کے حد تک پہنچنے والی ہوتی تو راقم الحروف کو پہلی ہی نظر میں اس کا اندازہ ہو جایا کرتا تھا۔ آج جونہی حضرت رح نے میری طرف نظر فرمائی۔ میں نے فوراً صورتِ حال کی نزاکت کا اندازہ کر لیا اور نہایت صفائی کے ساتھ اپنا بے قصور ہونا ثابت کیا۔ فرمایا۔ "تو وہاں موجود تو تھا تو نے روکا کیوں نہیں"۔ میں نے جرأت کر کے عرض کی کہ وہ مہمان دو ماہ سے مقیم تھے۔ تارکِ صلوٰۃ تھے۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ صوفی جی کچھ بے جا نہیں کر رہے ہیں فرمایا ترکِ صلوٰۃ ہمارا نہیں خدا کا قصور ہے اس پران کو سمجھانا چاہیئے تھا اور دو ماہ رہے کوئی مہمان، چاہے سو ماہ رہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھے یہ نہ سمجھنا کہ میں سفر پر رہتا ہوں مجھے علم نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے مہمانوں کو تکلیف پہنچائی تو میں قیامت کے دن دامنگیر ہوں گا۔

حضرت مدنی رح کی ایک جن سے ملاقات

حضرت استاد و شیخ کی ذات بہت سی صفات کمالیہ کی جامع تھی۔ مجھے حضرت کے زیرِ سایہ تقریباً چار سال ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۵ء رہنے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ جن میں سے ایک سال خاص فیض صحبت یعنی دورہ حدیث پڑھنے کا موقعہ حاصل رہا ہے۔ حضرت نے ایک مرتبہ دوران درس حدیث ارشاد فرمایا کہ حسب عادت جب میں ایک سال سلہٹ پہنچا (حضرت ہر ماہ رمضان سلہٹ میں گذارتے تھے) تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو اسکول میں پڑھتا ہے۔ اس لڑکے کے والد عامل تھے جو تسخیر جنات وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ بالعموم ہوتا یہ ہے کہ جنات اس قسم کا عمل کرنے والوں سے دشمنی اور عداوت کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں لیکن خلاف معمول اس بچہ کو جنات نے اپنی تحویل میں والد کی زندگی ہی سے لے لیا ہے۔ اور جنات اس لڑکے کی ہر طرح دیکھ بھال اور تربیت کرتے ہیں۔

وہ ایک لڑکا پتلا دُبلا نحیف ولاغر۔ اسکول کے بچے جب اس سے تازہ مٹھائی یا بے موسم پھلوں کا مطالبہ کرتے تھے تو وہ دامِ رومال میں باندھ کر انار کے ایک درخت میں لٹکا دیتا تھا۔ جو اسکول ہی کے احاطہ میں ایک طرف واقع تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب رومال کو اوتار کر کھولتے تھے تو اس میں سے مطلوبہ مٹھائی یا بے موسم پھل جس کی بھی خواہش ظاہر کی جاتی تھی موجود ہوتا تھا۔ مقامی لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اس لڑکے سے اسکول کے ساتھی اس طرح تفریح کیا کرتے ہیں۔

میرے سلہٹ پہنچنے کا جب اس لڑکے سے ذکر کیا گیا تو اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہلا بھیجا کہ اگر اپنے موکل سے ملاؤ تو ملیں۔ لڑکا اس کام کیلئے آمادہ ہو گیا اور ایک وقت مقرر کر دیا گیا۔ جو غالباً مغرب کے بعد کا تھا۔

میں مولانا خلیل احمد صاحب اور ایک دو مقامی حضرات میں سے ساتھ لے کر وہاں پہونچا (غالباً حضرت قاری اصغر علی صاحب جو حضرت کے خادم خاص معتمد علیہ اور مزاج شناس خصوصی ہیں۔ یہ بھی ہمراہ تشریف لے گئے تھے) ایک دالان تھا۔ جنوب رویہ اس کے دروں پر چادر تان دی گئی تھی۔ جس طرح عورتوں کے لئے پردہ کر دیا جاتا ہے۔ اندر پردہ سے متصل ہی ایک تخت بچھا ہوا تھا۔ اس پر لیمپ روشن تھا ہم لوگوں کے بیٹھنے کے لئے پردہ کے باہر سامنے کچھ فاصلے پر فرش بچھا دیا گیا تھا۔ لڑکے نے اندر تخت پر بیٹھ کر ایک رکوع تلاوت کیا۔ جس سے روشنی دھیمی ہو گئی لیکن پھر بھی لڑکا پس پردہ بیٹھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک دراز قد سایہ سا بشکل انسان لڑکے کی طرف بڑھتا ہوا اور سلام کر کے لڑکے کے برابر آ بیٹھا۔ سلام کی کیفیت عجیب تھی۔ جس کو الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بھنبھناتی ہوئی جھرجھری باریک اور تیز آواز جس میں مجھ سے خطاب تھا (یعنی السلام علیک یا مولانا) تھوڑی دیر تامل کے بعد میں نے کہا ہم آپ کو بے حجاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ سامنے بلا آڑ کے تشریف لایئے۔ اسی اپنے جناتی لہجے میں بولے یہ چیز ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم بغیر کسی آڑ کے سامنے آنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

متعدد باتوں کا شکوہ کیا۔ مولانا آپ نے وقت موعود میں دیر کر دی جس کا میں نے اعتراف کیا۔ اور معذرت کی۔ بولے ایک مرتبہ ہم دیوبند گئے تھے۔ یہ مولانا جمیل احمد صاحب قدوری پڑھا رہے تھے اور ہمارے بعض ساتھی آپ کے شاگرد بھی ہیں۔ سب کچھ باتیں ہو چکنے کے بعد میں نے کہا۔

ہماری گورنمنٹ برطانیہ سے لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں۔ اور وہ ہم کو غلام رکھنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے ہمارا یہ مطالبہ حق ہے اور ان کا ہم پر تسلط رکھنا ناجائز اور ظلم ہے۔ کیا اس سلسلہ میں آپ ہماری کوئی امداد کر سکتے ہیں (نصب العین کے لئے وارفتگی ملاحظہ ہو۔)

جواب دیا۔

یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے پھر وہ حسب دستور اجازت طلب کر کے سلام کرتے ہوئے اسی طرح رخصت ہو گئے۔ ہمیں صرف وہی آدمی کی شکل کی پرچھائیں سی معلوم ہوئی اور کچھ نہیں۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔ لڑکے نے لیمپ کی بتی ابھاری اور دالان روشن ہو گیا۔ پھر ہم وہاں سے

باقی صفحہ ۱۴ پر

تکبر کا علاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَکُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ سورہ البلد پارہ ۳۰

ترجمہ:- سو وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا اور تم کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا یا کھانا کھلانا یا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک میں ملے ہوئے محتاج کو۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم اور شفقت کی وصیت کی۔ یہی لوگ داہنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ لوگ بائیں والے ہیں۔ ان پر آگ ہوگی جو ان پر محیط ہوگی اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک متکبر و مغرور متفاخر کی باتوں کا جواب دیا تھا۔ باقی حصہ میں خداوند تعالیٰ نصیحت فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بجائے ان متکبرانہ خیالات اور مغرورانہ الفاظ کے یہ یہ کام کرنے چاہئیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" کیوں نہ پار ہوا گھاٹی سے "وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ" اور تجھے معلوم بھی ہے وہ گھاٹی کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص جو کلمات متکبرانہ کہہ رہا ہے اس کو اب چاہیئے کہ گھاٹی سے گزر جائے اور گھاٹی سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتنا بے مشکل اور صعوبت سے، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی مشکل کام کو کر گزرے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص گھاٹی سے گزر گیا۔ اس جگہ یہ مطلب ہے کہ خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ کوئی آسان اور ہنسی کھیل نہیں ہے بلکہ وہاں تک پہنچنے کے لئے کچھ مشکلات اور صعوبتیں اٹھانی پڑیں گی اور گھاٹی سے گزرنا پڑے گا۔ آگے اس گھاٹی کا ذکر ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "فَکُّ رَقَبَةٍ" یعنی گردن چھڑانا۔ گردن چھڑانے کے مختلف معنی مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانا۔ دوسرے قرض خواہ کا قرض ادا کر کے اس کی گردن چھڑانا۔ تیسرے یہ کہ کسی مظلوم کو ظالم کے ظلم سے آزاد کرانا۔ مطلب یہ ہے گھاٹی سے گزرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی غلام کو آزاد کرو، یا کسی مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دو۔ حاصل یہ ہوا کہ مال و دولت پر غرور کرنے کے بجائے اس کو خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہیئے۔ آگے فرماتے ہیں "اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ" یعنی گھاٹی سے گزرنے کا دوسرا طریقہ اور خدا تک پہنچنے کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ کھانا کھلاوے کسی بھوک والے دن میں۔ اور یہ کھانا کس کو کھلاوے؟ اس کا ذکر آگے ہے کہ "یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ" یعنی کھانا کسی قرابت دار یتیم کو کھلائے یا کسی مسکین کو جو بالکل خاک ہی میں ملا ہوا ہو۔ اس جگہ جو مسکین کے ساتھ لفظ "ذَا مَتْرَبَةٍ" یعنی مٹی میں ملا ہوا فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض فقراء اور مساکین تو ایسے ہیں کہ جن کا خرچ ان کی آمدنی سے زیادہ ہوتا ہے۔ سو وہ بھی ایک طرح کے مسکین ہیں۔ اور ایک وہ ہے کہ جس کی کوئی آمدنی ہی نہیں اور اس کے پاس بجز خاک کے اور کچھ نہیں۔ اس کے حالات ایسے ہیں کہ جیسے وہ بالکل مٹی ہی میں مل گیا ہو تو اس کو کھانا کھلانا اور اسکی مدد کرنا یہ زیادہ باعث فضیلت ہے۔ ایک مرتبہ مجھے مسوری جانے کا اتفاق ہوا، لوگ وہاں ایک مسجد بنوا رہے تھے۔ ہم اس مسجد میں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک پہاڑی پر نہایت شاندار بنگلہ لوگوں نے مجھے دکھایا اور بتایا کہ جن صاحب کا یہ بنگلہ ہے وہ بہت رئیس اور مالدار آدمی ہیں۔ اہل شہر نے ان سے بھی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ طلب کیا تو انہوں نے لاپرواہی سے کہا کہ "میرے ہاں اس فنڈ میں گنجائش نہیں" خدا کی شان دیکھئے کہ اسی روز شدید بارش ہوئی اور ان کے بنگلہ کا وہ پشتہ بارش کی وجہ سے گر گیا جو اس بنگلہ کو سنبھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ کیونکہ بنگلہ پہاڑی کے اوپر کنارہ ہی پر واقع تھا۔ اب وہ پشتہ گر گیا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کے گرنے کی وجہ سے کوٹھی بھی کچھ مخدوش ہو گئی ہوگی۔ تو لوگوں نے اس کو دیکھا اور ان کا واقعہ بیان کر کے کہا۔ اب تو غالباً فنڈ میں گنجائش نکل آئی ہوگی۔ مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ اگر انسان خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کسی وجہ سے عذر کرے تو ادب کو ملحوظ رکھے۔ گستاخانہ اور متکبرانہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے۔ ایسے الفاظ خداوند تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ بعض اوقات حق تعالیٰ دنیا ہی میں اس کی سزا دیتے ہیں۔ اس لئے اس سے بہت ڈرنا چاہیئے۔ آگے ارشاد ہے "ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" یعنی پھر ہوتا ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے۔ اس جگہ علماء کو یہ شبہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ "ثم" کا لفظ جس کے معنی "پھر" کیوں فرمایا۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ سو مطلب اس کا یہ ہے کہ گھاٹی سے گزرنے کے جو کام خدائے تعالیٰ نے اس جگہ ذکر فرمائے وہ کام کبھی کافر بھی کرتا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے۔ اگر ایمان ہے تو عمل قبول ہے۔ اور اگر کافر ہے تو رد ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تم نے یہ سب کام کئے مگر ایمان نہ لائے تو بے کار۔ اس جگہ ممکن ہے آجکل کے مہذب اور متمدن لوگ یہ اعتراض کریں کہ صاحب یہ تو کھلی تنگ نظری ہے کہ کافر اگر نیک کام کرے تو قبول نہیں حالانکہ وہ بھی خدا کے لئے کرتا ہے اور اسکی نیت بھی خالص ہوتی ہے۔ مگر محض کفر کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہدیہ و نذرانہ اس شخص سے قبول کیا جاتا ہے جس سے تعلق ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہدیہ یا نذرانہ دے جو مخالف ہے اس کا نذرانہ قبول نہیں کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ ہم تمہارا ہدیہ کیوں لیں۔ تمہارا ہم سے تعلق کیا؟

باقی صفحہ ۱۴ پر دیکھئے

مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ کا سنگِ بنیاد

مدرسہ مذکورہ بالا حضرت اقدس الحاج الشاہ مولانا عبدالقادر رائے پوری مدظلہ العالی کے ارشاد عالیہ و مشورہ سے ڈونگہ بونگہ (بہاولپور) میں حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب کی زیر سرپرستی ۱۹۵۰ء میں قائم ہوا۔ حضرت مولانا کی مخلصانہ اور پیہم جد و جہد مدرسہ کیلئے نہایت مفید ثابت ہوئی اور مدرسہ میں طلبہ و طالبین فن کا اجتماع کثیر ہو گیا اور فیض کی نہریں جاری ہو گئیں۔ لیکن حوادث زمانہ کہیئے کہ بعض مخالفین اس فیض روحانی کو برداشت نہ کر سکے اور مسجد کو ویران کر دیا مدرسہ کی عمارات پر قبضہ کر لیا۔ جو تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت مولانا موصوف کی مخلصانہ سعی سے وجود میں آ چکی تھیں۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے فرمان کے پیش نظر بجائے اس کے کہ حضرت مولانا ان مخالفین کا مقابلہ کرتے خاموشی سے اپنے نیک مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب فراہم فرمائے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک نئی جامع اور وسیع و عریض مسجد وجود میں آ گئی اور مدرسہ کے لئے الگ نہایت فراخ جگہ فراہم کر لی گئی۔ جہاں مدرسہ کی نہایت موزوں عمارت کی بنیادیں رکھی جا رہی ہیں۔ کچھ اراضی زرعی بھی مدرسہ کے متصل حاصل کر لی گئی ہے تاکہ باغ لگایا جا سکے۔ جس کا نام حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے باغ کی رعایت سے گلزار رحیمی ہوگا۔ مدرسہ کی عمارت کے لئے فی الحال ۵ ہزار روپیہ کی خشت ہائے پختہ خرید کر لی گئی ہیں۔ لیکن تعمیر کا کام سرمایہ کی کمی کی وجہ سے شروع نہیں ہو سکا۔ اہل ثروت اور مخیر حضرات کو خصوصی توجہ فرمانی چاہیئے)

اب انشاء اللہ العزیز مورخہ ۲۳ر فروری ۱۹۶۰ء کو شیخ التفسیر الحاج حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی اپنے دست مبارک سے مدرسہ کی عمارت کی خشت اول رکھیں گے۔ مخیر حضرات نیز اپنے رفتگان کو ایصال ثواب کی نیت سے مدرسہ کی عمارت کا کوئی حصہ تعمیر کروانے والے حضرات کے نام سے کتبہ جات ان حصوں میں (جو ان کی طرف سے تعمیر ہوں گے) نصب کئے جاویں گے۔ جن حضرات کا خیال اس سلسلہ میں ثواب دارین حاصل کرنے کا ہو۔ انہیں جلد اس طرف توجہ فرمانی چاہیئے تاکہ اس مبارک موقع پر ان حصوں کے سنگ بنیاد بھی حضرت ممدوح ہی کے مبارک ہاتھوں سے نصب ہوں۔

بیرونی نادار اور مستحق طلباء کی رہائش خوراک پوشاک کا جملہ انتظام ادارہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم با تجوید قابل ستائش ہے۔ خصوصاً بچیوں کے لئے ایسا نادر انتظام خال خال ہی کہیں نظر آئیگا اس وقت تک بیسیوں حفاظ اور سینکڑوں ناظرہ خواں بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر کے مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ابتدائی درسی تعلیم فارسی عربی درس نظامی کا انتظام بھی کیا جا کر تعلیم شروع ہو چکی ہے۔ شرح جامی۔ شرح وقایہ۔ مشکوٰۃ شریف تک اسباق شروع ہیں۔ پانچ اساتذہ تین استانیاں ماہرین فن تجوید اس کار خیر کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اس گلشن محمدی کو دن دوگنی۔ رات چوگنی ترقی عطا فرماویں۔

المعلن

محمد بشیر احمد مہتمم مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں انسانیت کا رنگ ہے قرآن۔ اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگساز ہیں صوفیاء عظام۔ ایک مجلس ذکر میں میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق عرض کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو خدام الدین لاہور۔ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۹ء)

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط الاٰیۃ

(سورۃ بنی اسرائیل ع ۵ پ ۱۵)۔ (ترجمہ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم اسکی تسبیح کو نہیں سمجھتے) اس وقت آپ میں شاید ہی کوئی ہوگا جس کو ہر چیز ذاکر نظر آتی ہو۔ تکمیل کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ زمین۔ درخت کا ہر پتہ۔ بیل۔ گھوڑا گدھا۔ ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے دروازے پر سدا بلائے۔ اللہ ہو کا پاک نام لینے اور اسکی برکتوں سے مستفیض ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ جن سے ملاقات صفحہ ۱۲ سے آگے

چلے آئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ اس بزرگ جن کے بعض ساتھی مدنی رح کے شاگرد ہیں اس کے علاوہ حضرت کے فیوض تلمذ سے کتنے جنات فیض یاب ہوئے۔ یہ نہیں بتایا جا سکتا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے امام تھے

تقریباً تین دن تک میری اور برادر محترم مولوی ضیاء الحق اعظمی مرحوم کی سخت رد و کد اور بحث و حجت نے لے جا کر جہاں ڈال دیا۔ وہ آستانہ تھا شیخ الاسلام حضرت مدنی رح کا کیونکہ ہم نے اس عرصہ میں تعلق و محبت، رشتہ بزرگ پرستی اور خام خیالی کی ہر سطح سے بلند ہو کر صرف اپنی معلومات اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہا اور جو کچھ دین اور اہل دین کے لئے پڑھا اور سنا تھا۔ اس کا مجسمہ تلاش کیا۔ تو ہم شہادت دے سکتے ہیں کہ ہماری نظریں حضرت مدنی رح کے سوا ہمیں کہیں نہ ٹھہر اسکیں۔ ہم نے جہاں سے حضرت شیخ کو دیکھا اندازہ اور تصور سے زیادہ مکمل پایا۔

حتیٰ کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری دامت برکاتہم کی اس بات میں کوئی مبالغہ نظر نہ آیا جو انہوں نے اثناء درس میں فرمائی تھی۔ کہ

"مولانا حسین احمد صاحب اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے امام ہیں"

شوال ۱۳۷۶ھ لاہور۔

بقیہ تکبر کا علاج صفحہ ۱۳ سے آگے

تو اس کو کوئی تعصب اور تنگ نظری نہیں کہتا۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس شخص نے بالکل ٹھیک کیا۔ غیرت اور خود داری کا یہی تقاضا ہے۔ پس اگر خدا تعالےٰ بھی اپنے دشمن اور مخالف کا نذرانہ قبول نہ کریں تو کیوں اشکال ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا ذریعہ ایمان ہے۔ جو شخص ایمان لے آیا۔ اس نے خدا تعالےٰ سے تعلق قائم کر لیا۔ اور جو ایمان نہیں لایا۔ وہ باغی ہے تو اگر وہ یہ شرط لگا دیں کہ اگر ایمان لاؤ گے تو قبول کرینگے ورنہ نہیں تو عین حکمت اور عین مصلحت ہے۔

باقی پھر

پرچہ نہ ملنے کی اطلاع فوراً دیں۔

از جناب امیر عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

کافر و مومن

گذشتہ سے پیوستہ

کافر کی حسنات مُردہ ہیں۔ اس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات و سیئات رہ گئیں سو ایک پلہ کیا تُلے۔ تولنا تو موازنہ کیلئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے۔ یہاں بُرائیوں کے مقابلہ میں نیکی کا وجود ہی نہیں۔ پھر تولنے کا کیا مطلب۔ اب ہماری آیتوں اور رسولوں کے ٹھٹھا کرنے کا مزہ چکھو۔

(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَہُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاۙ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْہَا حِوَلًا۝ پ ۱۶۔ ع ۳۔ ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہونگے۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں سے جگہ بدلنی نہ چاہینگے۔

یعنی ہر دم ان کو تازہ بتازہ نعمتیں ملینگی۔ کبھی خواہش نہ کرینگے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

(۵) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۝ پ ۶۔ ع ۶۔ ترجمہ۔ اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک کام کرتے ہیں۔ بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

نہ صرف اُن کی کوتاہیوں کو معاف کر دیں گے۔ جو بشریت کے تقاضے سے رہ جاتی ہیں۔ بلکہ عظیم الشان اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔

(۶) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۝ پ ۶۔ ع ۶۔ ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آئتیں جھٹلائیں۔ وہ دوزخ والے ہیں۔

(مطلب) جس نے قرآن کریم کی صریح و صاف حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھلائے جاتے ہیں۔

مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۝ پ ۲۸۔ ع ۸۔ ترجمہ اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہُوا۔ وہ تو آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے کہ جیسے کافر اہل قبور سے نا اُمید ہو گئے۔

(مطلب) مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو۔ خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہیئے۔ مُنکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھے گا۔ اور پھر دُوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی نا امید ہیں۔

کافر و مومن کی نیکی

(۱) کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے۔ تو اس کی وجہ سے دنیا میں کچھ کشائش ہو جاتی ہے۔ لیکن مومن کی نیکیوں کو خدا اس کی آخرت کے لئے جمع رکھتا ہے اور اس کے بعد اس کی فرمانبرداری پر خوش ہو کر اس کو دُنیا میں بھی روزی عطا فرماتا ہے۔ (مسلم)

(۲) ایمانداروں میں کامل ترین ایماندار وہی ہے۔ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اور تم میں سب سے اچھا وہی شخص ہے۔ جس کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک ہو۔ (صحیحین)

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضور انورؐ نے فرمایا۔ جب مومن کے مرنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور ایک سفید ریشم کا کپڑا لاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے روح! تو خود بھی راضی ہو اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے اپنے رب کی عطا کی ہوئی راحت اور رزق کی جانب اور رب کو غصہ والا نہ سمجھتے ہوئے باہر نکل آ۔ لہذا وہ رُوح اس صورت میں نکلتی ہے کہ اس سے مشک کی خوشبو مہکتی ہوئی ہوتی ہے اور فرشتے تعظیماً اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمان کی جانب عروج کرتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ چیز جو تم زمین سے لے کر آئے ہو۔ اس میں نہایت خوشبو ہے۔ الغرض اس کو دیگر مومنوں کی ارواح میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ وہ لوگ اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی کیا حالت تھی۔ یہ جواب دیتا ہے کہ اس کا ذکر ہی نہ کرو۔ وہ تو دنیا کے غموں میں مبتلا ہے (اگر وہ شخص جس کے متعلق روحیں دریافت کرتی ہیں۔ فوت ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے۔ کہ) وہ شخص تو فوت ہو گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔ یہ کہتے ہیں کہ وہ تو طبقہ جہنم (ہاویہ) میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور جب کافر مرتا ہے تو اس کی روح سے فرشتے خطاب کرتے ہیں کہ تو بھی خفا ہے۔ اور تیرا رب بھی تجھ سے خفا ہے تو باہر نکل آ۔ جب وہ باہر آتی ہے۔ تو اس میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ جیسے مُردار میں۔ پھر اس کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ جو چیز تم زمین سے لائے ہو وہ بہت بدبودار ہے۔ الغرض اس کو کفار کی روحوں میں داخل کر دیا جاتا ہے

مومن و کافر کا مکالمہ

وَ یٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَی النَّارِ۝ پ ۲۴۔ ع ۱۰۔ ترجمہ۔ اور اے قوم! مجھ کو کیا ہُوا کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو۔

(مطلب) مرد مومن نے کہا کہ سبیل الرشاد (بھلائی کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے۔ بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ۔ تاکہ بہتری کے راستہ پر چلنا نصیب ہو۔ فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بھلی بُری بہر حال ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی۔ جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اسکی درستی کی فکر کرے۔ ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں اور تمہاری

کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے ایسی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیر خواہی

تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَ اُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ ز وَّ اَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ہ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰہِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ ھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ہ پ۲۴ ع۱۰

ترجمہ۔ تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو۔ کہ میں اللہ کا منکر ہو جاؤں اور اس کے ساتھ اسے شریک کروں۔ جسے میں جانتا بھی نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں بیشک تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو۔ وہ نہ دنیا میں بلانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ اور بے شک ہمیں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں۔

مومن کافر سے کہتا ہے تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا ماننے لگوں جنکی اہمیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے۔ کہ ان چیزوں کو کیونکر خدا بنا لیا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف دلائل قطعیہ قائم ہیں۔ میرا منشاء یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے۔ اور بہت زیادہ خطاؤں کا معاف کرنیوالا بھی۔

مومن اور کافر کی راہیں الگ الگ ہیں۔

(۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ج وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ج اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ہ پ ۵۔ ع ۷۔ ترجمہ

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان والے ہیں سو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں۔ سو شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے حمائتیوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا فریب سست ہے۔

(مطلب) جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں۔ پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا۔ اللہ تعالے ان کا مددگار ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ہ پ ۲۲۔ ع ۳۔ ترجمہ۔ وہی ہے جو تمپر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ ایمان والوں پر نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ہ پ ۱۔ ع ۴۔ ترجمہ۔ اور جو انکار کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔ وہی دوزخی ہوں گے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ہ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ ہ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ہ پ ۳۰۔ ع ۸۔ ترجمہ۔ بے شک گنہگاروں کا اعمالنامہ سجین میں ہے اور آپ کو کیا خبر ہے کہ سجین کیا ہے۔

سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر ایک دوزخی کا نام درج ہے اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں۔ اور اس فرد کے اوپر ہر ایک دوزخی کا نام یا علامت درج کر دیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ہ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ہ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ہ پ ۳۰۔ ع ۸۔ ترجمہ۔ ہرگز نہیں۔ بے شک نیکوں کا اعمالنامہ علیین میں ہے اور آپ کو کیا خبر ہے کہ علیین کیا ہے ایک دفتر ہے جس میں لکھا جاتا ہے۔

(مطلب) علیین ایک مقام ہے۔ جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں۔ اور ان کے اعمال کی مثلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں۔ اور انکی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔ اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ ھُوَ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ ترجمہ۔ مومن کی فراست (سمجھ) سے ڈرو۔ وہ تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُسکے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
(اقبال)

غریبوں بیکسوں کا حامی و غمخوار ہے مومن
ہجوم کفر پر گرتی ہوئی تلوار ہے مومن
(نفیس خیتائی)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پ۱۵ ع۱۶۔

اور کہہ کہ سچی بات تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جو چاہے مان لے۔ اور جو چاہے انکار کر دے۔

(مطلب) خدا کی طرف سے سچی باتیں کہہ دی گئی ہیں۔ کسی کے ماننے اور نہ ماننے کی اُسے کچھ پروا نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہوگا۔ صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے:۔

آہ قاری عبد المالک رح

۳۰ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء کی صبح کو امام فن شیخ القراء حضرت قاری عبد المالک صاحب رح نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر پاکستان کے مذہبی حلقوں میں عموماً اور آپ کے ہزاروں تلامذہ میں خصوصاً بڑے اندوہ و غم سے سُنی گئی آپ نے ہند و پاکستان میں فن قرأت و تجوید کی جو عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ وہ آپ کا ایک ایسا روشن کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اس وقت برصغیر پاک و ہند میں آپ کے ہزاروں شاگرد مسلمانوں کو فن تجوید سکھانے میں مصروف ہیں۔ اور ان کی اس خدمت دین کا ثواب حضرت قاری صاحب رح کی رُوح مبارک کو پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالے اپنے کلام پاک کے اس جلیل القدر خادم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

از محمد شفیع حاجی اللہ عمر بن کھیوڑہ

عذاب

ہم سب کا معبود اور رب اللہ تعالیٰ ہے۔ إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (والصّٰفّٰت آیت ۴،۵)

ترجمہ۔ البتہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ آسمانوں اور زمین اور اس کے اندر کی سب چیزوں کا اور مشرقوں کا رب ہے۔

وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔

وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران آیت ۳۰)

ترجمہ۔ اور اللہ بندوں پر شفقت کرنیوالا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت کاملہ سے حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ التوبہ آیت ۱۲۸۔ ترجمہ۔ البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ "جس کے حسب و نسب اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے۔ وہ ان پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقے سے آپ چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور دنیوی و اخروی عذاب سے محفوظ رہے۔ اس لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہ نصیحت فرماتے تھے یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (آسانی کرو سختی مت کرو)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی شفقت اپنے حقیر و ضعیف بندوں پر فرمائی کہ انکی رہنمائی کیلئے ایک بین الاقوامی قانون (قرآن شریف) نازل فرمایا۔ اور جسکی شرح بحکم خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی جو حدیث شریف کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝

(الفرقان آیت ۱) ترجمہ۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

"فرقان" (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا۔ جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنیوالے کی عظمت شان علو صفات اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔ یعنی اپنے اس کامل اکمل بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمال عبودیت کی وجہ سے "عبداللہ" ہو گیا۔ صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ۔ یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے۔ شاید اسی لئے یہاں صفت "نذیر" کو بیان فرمایا "بشیر" کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور "للعالمین" کے لفظ سے بتلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے امیوں کے لئے نہیں اترا۔ بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و صلاح کے واسطے آیا ہے۔"

انکار

اب جو بدبخت احکام قرآن کا انکار کریگا وہ سخت دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ (الجاثیہ آیت ۱۱)

ترجمہ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے اور جو اپنے رب کی آیتوں کے منکر ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ قرآن شریف تو سراسر ہدایت ہے جو اس کے احکام کو نہ مانے گا وہ سخت دردناک عذاب بھگتے گا۔

غلط کوشش

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝

(والسباء آیت ۵) ترجمہ اور جو ہماری آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

"جنہوں نے اللہ کی باتوں سے ضد کی۔ رسولوں کی نہ مانی۔ انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہونگی" تفسیر ابن کثیرؒ

حاصل کلام قرآن اور حدیث کے احکام کے خلاف چلنے والوں کو اس تنبیہ سے سبق لینا چاہیئے۔

حکم میں رد و بدل

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ سورہ (الاعراف آیت ۱۶۲) ترجمہ سو ان میں سے ظالموں نے دوسرا لفظ اس کے سوا بدل دیا جو ان سے کہا گیا تھا۔ پھر ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا۔ اس لئے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

یعنی یہود کو حکم تو یہ ملا تھا کہ جب شہر (بیت المقدس یا اریحا) میں داخل ہوں تو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور کہتے جائیں حِطَّةٌ (ہمیں بخش دے)

اب انہوں نے اس حکم کا الٹ کیا۔ سجدہ نہ کیا۔ سروں کو اللہ کے حضور میں نہ جھکایا۔ بلکہ انہیں کو اونچا کیا۔ رانوں پر کھسک کر شہر میں داخل ہوئے۔ حِطَّةٌ (بخش دے) کی بجائے حِنْطَةٌ (گیہوں) بطور تمسخر کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا قولاً و عملاً مذاق اڑایا۔ نیکوکار بننے کی بجائے ظالم بن گئے اور اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور بقول حضرت شاہ صاحب قریباً ستر ہزار آدمی مرے۔

ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی بہت بڑی قدر کرنی چاہیئے کسی حکم کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے کسی حکم کی غلط تاویل کرکے اسکی خلاف ورزی نہ کرنی چاہیئے۔ بھیلئے مت

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ (الفجر آیت ۱۴)

ترجمہ۔ بیشک آپ کا رب تاک میں ہے۔

"یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے۔ کہ فلاں کیونکر گذرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا۔ اور کیا لے گیا۔ پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں

سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے۔ کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں۔ اور ایک عارضی حالت پر نظر کرکے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے"۔ (حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ)

آل فرعون

اس بدبخت قوم کے حال پر غور کرو۔ ان کی تنبیہ کے لئے وقتاً فوقتاً ان پر طرح طرح کے عذاب آئے۔ دریائے نیل کی طغیانی سے ان کے کھیت تباہ ہوئے۔ ٹڈیاں آئیں اور سبز کھیت چٹ کر گئیں۔ جوئیں بدن اور کپڑوں میں پڑ گئیں۔ ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور پانی لہو بن گیا۔

جب بھی کوئی عذاب آتا تو حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کرتے اور وعدہ کرتے کہ اگر اس مرتبہ عذاب ٹل گیا تو ایمان لے آئیں گے۔ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجدیں گے۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ۝ (الاعراف آیت ۱۳۵) ۔ ترجمہ۔ پھر جب ہم نے ان سے ایک مدت تک عذاب اٹھا لیا کہ انہیں اس مدت تک پہنچنا تھا۔ اس وقت وہ عہد توڑ ڈالتے۔ آخر یہ عہد شکنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو جھٹلانا اور اللہ کے احکام سے غفلت انکی بربادی کا باعث بنی اللہ تعالیٰ نے انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (الاعراف آیت ۱۳۶) اس واقعہ میں ہمارے لئے بڑی عبرت کا سامان موجود ہے۔ آئے دن جب ہم ایک نہ ایک دوسری مصیبت سے دوچار ہوتے ہیں تو اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔

مَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ

(سورۃ النساء آیت ۷۹)

ترجمہ۔ اور جو تجھے برائی پہنچے۔ وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۳۰) ۔ ترجمہ۔ اور تم پر مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

بقول حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ العالی "مصائب نتائج اعمال ہوتے ہیں"۔

حاصل کلام مصائب کی روک تھام کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنا تعلق باللہ ٹھیک رکھیں اور زندگی کے چار دن قال اللہ و قال الرسول کے مطابق گزار دیں۔

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۱۴۷) ترجمہ۔ کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کرکے اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا۔

حضرت شیخ الہندؒ "یعنی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا قدردان ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔ جو شخص اسکے حکم کو ممنونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔ اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو ایسے شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا۔ وہ تو سرکش اور نافرمانوں کو سزا دیتا ہے"۔ (از حضرت شیخ الہندؒ)

نافرمانوں کو سزا

إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ (العنکبوت آیت ۳۴)۔ ترجمہ۔ ہم اس بستی والوں پر اس لئے کہ بدکاری کر رہے ہیں۔ آسمانوں سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ "تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کی"۔ حضرت علامہ ابن کثیرؒ نے انکی بے حیائی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

(۱) "مردوں سے حاجت روائی کرتے جو ان سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا (۲) راستے روکتے تھے (۳) ڈاکے ڈالتے تھے (۴) قتل و فساد کرتے تھے (۵) مال لوٹ لیتے تھے۔ (۶) مجلسوں میں علانیہ بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔ کوئی کسی کو روکتا نہیں تھا۔ (۷) سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ ہوائیں نکال کر ہنستے تھے۔ (۸) مینڈھے لڑواتے۔ مرغ لڑواتے (۹) اور بدترین برائیاں کرتے تھے۔ اور علی الاعلان مزے لے کر گناہ کرتے تھے

اس کوتاہ اندیش قوم کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ پتھر برسائے گئے اور نیست و نابود کر دیئے گئے۔ عقلمندوں کیلئے اس واقعہ میں بڑا سبق ہے ص ۲۴

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(از عبدالعزیز سومرو مدرسہ ہاشمیہ سجاول)

★ خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔
★ کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے
★ عقیدہ میں شک کرنا شرک کے برابر ہے
★ بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے۔
★ شکر نعمت حصول نعمت کا باعث ہے۔
★ ادب بہترین کمالات میں سے ہے۔
★ عقلمند اپنے آپ کو پست کرکے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔
★ دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
★ گناہوں پر نادم ہونا انکو مٹا دیتا ہے
★ نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔
★ خواہش پرستی ہلاک کرنے والا ساتھی ہے
★ بری عادت ایک زور آور دشمن ہے۔
★ سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔
★ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
★ سچائی میں اگرچہ خوف ہے۔ مگر باعث نجات ہے۔ اور جھوٹ میں گو اطمینان ہے۔ مگر موجب ہلاکت ہے۔
★ غریب وہ ہے۔ جس کا کوئی دوست نہ ہو
★ علم بغیر عمل ایک آزار اور عمل بغیر اخلاص بیکار ہے۔
★ دوست کو اپنے حال سے اتنا واقف نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر وہ دشمن بھی بن جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے۔
★ عاقل سوچ کر بات کرتا ہے۔ نادان بات کرکے سوچتا ہے ٭
★ لوگوں کے پاس عاجزی کرنے سے ان سے نا امید رہنا اچھا ہے۔
★ عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ نہ کہ خود باعث عبرت ہو ٭

فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

۲۴۔ ایسے گندے افعال اور بیہودہ حرکات کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے۔ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے بارے میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے ٭



ماں کا حق تین حصے اور باپ کا ایک حصہ ہے

از جناب کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

حضورؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تیری ماں۔ پھر دوبارہ سہ بارہ ماں ہی کو بتایا پھر فرمایا کہ تیرا باپ۔ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے) (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہؓ)

اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ۔ اس لئے کہ حضورؐ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں۔ کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ حمل[1] کی۔ جننے[2] کی اور دودھ[3] پلانے کی۔ اسی وجہ سے فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا۔ تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے۔ البتہ اعزاز اور ادب تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے (مظاہر حق) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں۔ جس کی قرابت جتنی قریب ہوگی۔ اتنا ہی مقدم ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو۔ اس کے بعد باپ کے ساتھ۔ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ۔ الاقرب فالاقرب۔ اور اپنے پڑوسیوں اور حاجتمندوں کو نہ بھولنا (کنز)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیں تاکہ تعمیل ارشاد کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ احسان کرو۔ دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو۔ (دُرِ منثور)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں۔ جس میں یہ پائی جائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتے ہیں۔ اور جنت میں اس کو داخل کر دیتے ہیں۔
ضعیف[1] پر مہربانی۔ والدین[2] پر شفقت۔ اور ماتحتوں[3] پر احسان (مشکوٰۃ)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے۔ تو اس کو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (مشکوٰۃ عن انسؓ)

نشانات قدم میں تاخیر کئے جانے سے عمر کی درازی مراد لی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی۔ اتنے ہی زمانہ تک اس کے چلنے سے نشانات قدم زمین پر پڑیں گے۔ اور جو مر گیا۔ اس کے پاؤں کا نشان زمین سے مٹ گیا۔ اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ عمر ہر شخص کی متعین ہے۔ قرآن پاک میں یہ مضمون کئی جگہ صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک وقت مقرر ہے۔ جس میں ایک ساعت کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماء نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں۔ وہ گھنٹوں میں کر لیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں۔ وہ دنوں میں کر گزرتا ہے۔ اور بعض علماء نے دراز عمر سے اس کا ذکر خیر مراد لیا ہے۔ کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر خیر اس کا جاری رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے۔ جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے۔ جب حضورؐ نے جن کا قول سچا اور ارشاد برحق ہے۔ اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو۔ اس کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ اور اللہ پاک کی ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے۔ اس کو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ ہر چیز کا جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے۔ نہ کوئی مانع ہے (مظاہر تغیر)

ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے۔ میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ رزق میں اس کے وسعت ہوتی ہے۔ اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (کنز)

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق (اور پکی ہیں)۔
اوّل۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے۔ اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔
دوم۔ جو شخص مال کی زیادتی کیلئے سوال کرے۔ اس کے مال میں کمی ہوتی ہے
سوم۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے۔ اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ (درمنثور)

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابل مدح ہیں۔
اوّل۔ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔
دوسرے۔ یہ کہ رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے۔ اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے۔ کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔
تیسرے یہ کہ اس سے فرشتوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔
چوتھے یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔
پانچویں یہ کہ شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج اور غم ہوتا ہے۔
چھٹے یہ کہ اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔
ساتویں یہ کہ رزق میں برکت ہوتی ہے۔
آٹھویں یہ کہ مُردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے۔ کہ باپ دادا جن کا انتقال ہو گیا۔ ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہے۔
نویں یہ کہ آپس کے تعلقات میں اس سے

ایڈیٹر عبد المنان چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے، ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل مغربی پاکستان

ایل ۶۰۴۷
رجسٹرڈ

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶/ ۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن " " T.B.C. ۲۷۳/ ۲۴۸۱ - مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

قوت ہوتی ہے۔ جب تم کسی کی مدد کروگے اس پر احسان کروگے۔ تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہشمند ہوگا۔

دسویں۔ مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہیگا۔ جس کی بھی تم مدد کروگے۔ تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کرکے دعائے خیر کرتا رہے گا۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہوں گے۔ ایک صلہ رحمی کرنے والا کہ اس کے لئے دنیا میں بھی اس کی عمر بڑھائی جاتی ہے۔ رزق میں بھی وسعت کی جاتی ہے اور اس کی قبر میں بھی وسعت کر دی جاتی ہے۔

دوسرے وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی خاطر ان کے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے۔ تاکہ ان کی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔

تیسرے وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور یتامی مساکین کی دعوت کرے۔

رائے مبارک حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسنۂ کائنات

مسلمانوں میں عام طور پر دین کی تعلیم نہ ہونیکے باعث بے دینی پھیل گئی ہے۔ اکثر مسلمان مرد ہوں یا عورتیں انہیں اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے واقفیت نہیں ہے۔ اسلئے مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی کلام پاک یعنی قرآن مجید کی مخالفت کرتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی واقفیت نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عام طور پر مخالفت کرتے ہیں اور اسی ناواقفیت کا یہ نتیجہ ہے کہ انسانوں کے حقوق (مثلاً ماں، باپ) بھی ادا نہیں کرتے۔ حالانکہ ماں باپ کی دل آزاری یہ مستقل ایک ایسا گناہ ہے کہ اگر انسان اور تمام نیکیاں کرے مثلاً نماز روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرے مگر ماں باپ کی فرمانبرداری نہ کرے اور دل دکھائے تو سب سے پہلے دوزخ میں جائیگا اور اس جرم کی سزا بھگتنے کے بعد وہاں سے نکل آئیگا

مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی محسنۂ کائنات پڑھیگا تو اس کا دل موم ہو جائیگا۔ اور اسکے پڑھنے کی برکت سے ماں کا فرمانبردار ہو جائیگا۔ پہلی حالت میں دوزخ کی طرف جا رہا تھا۔ تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کی پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضا الٰہی کا تمغہ حاصل کریگا اور سیدھا جنت میں پہنچ جائیگا۔

دعا۔ بارگاہ الٰہی میں بصد عجز دعا کرتا ہوں کہ ماسٹر لال دین صاحب کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائیے۔ اور محسنۂ کائنات کو ماسٹر صاحب کی نجات اور مخلوق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنائیے۔ آمین یا الہ العالمین

قیمت صرف تین روپے۔ تین سو سے زائد صفحات
محصول ڈاک ۱۲ ار

ملنے کا پتہ: دفتر ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۸

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

Siraj-ul-Haq Siddi

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ چار آنے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلَآئِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّ خُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپؐ نے فرمایا۔ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن آگ کے شعلہ سے اور آدم (علیہ السلام) اس سے جو تم سے بیان کی گئی ہے (رواہ مسلم)

تشریح۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک سے اپنے اپنے مادہ خلقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ ملائکہ عظام سے نافرمانی ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ وہ نور ہی ہیں۔ جنّوں سے زیادہ تر نافرمانی ہوتی ہے۔ کیونکہ آگ اپنی سوزش کے باعث حدِ اعتدال سے متجاوز ہے۔ اور آدمی مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ اس کے اندر اپنی مآل اندیشی نہیں ہے۔ اس لئے جن (جو شیطان کے نائب ہیں) اُسے گمراہ کر لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ النَّبِیُّ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً بِالْقَدُوْمِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں قدوم میں ختنہ کیا تھا۔

تشریح۔ موطا امام مالک (رحمۃ اللہ) میں ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ مگر اسّی سال والا قول زیادہ صحیح ہے۔ قدوم بڑھئی کے ایک ہتھیار کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ جہاں انہوں نے ختنہ کیا تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنِّیْ خَیْرٌ مِّنْ یُّوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی (متفق علیہ)۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تشریح۔ اس عبارت کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے منع فرما رہے ہیں کہ آپ کو یونس بن متی پر فضیلت نہ دی جائے اور یا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے آپ کو یونس بن متی سے بہتر خیال نہ کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ زَکَرِیَّآءُ نَجَّارًا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ زکریا (علیہ السلام) بڑھئی تھے۔

تشریح۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی شخص کو بلحاظ کسی کسب کے ذلیل نہ سمجھا جائے۔ عام طور پر لوگ بڑھئی کو حقیر خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ زکریا علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے یہ کسب کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ. (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن آدمؑ کی ساری اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور پہلا شخص ہوں جس کی قبر کھلے گی۔ اور پہلا شفاعت کرنے والا۔ اور جس کی شفاعت قبول کی گئی ہو۔

تشریح۔ قیامت کے دن کی قید اس واسطے فرمائی کہ آپ کی سرداری کا ظہور اس دن ہوگا۔ اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ قرب الٰہی میں جو درجہ آپ کا ہے۔ وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (لمعات)

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب نبیوں میں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ اور میں سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا

تشریح۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ آپ کو کامیابی حاصل ہوئی اور قیامت کے دن بھی تمام انبیاء علیہم السلام اور اُن کی امتوں کے لئے جنّت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے۔ وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ مجھے آپؐ نے اُف بھی کبھی نہ کہا اور نہ یہ کہ تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہ کیوں تم نے نہیں کیا۔

تشریح۔ یہ آپ کے اعلےٰ اخلاق حمیدہ کا ثبوت ہے۔ ورنہ یہ ناممکن ہے۔ کہ چھوٹے بچے کے کسی فعل پر غصّہ نہ آئے ایسے ناتجربہ کار بچے روزانہ کئی کام ایسے کرتے ہیں۔ جن سے خواہ مخواہ طیش آتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَتْ اَمَۃٌ مِّنْ اِمَآءِ اَهْلِ الْمَدِیْنَۃِ تَاْخُذُ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِہٖ حَیْثُ شَآءَتْ۔ (رواہ البخاری)۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

تشریح۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں نخوت۔ تکبّر۔ رعونت نہیں تھی۔ بخلاف اس کے اس قدر حلیم۔ متواضع۔ منکسر المزاج ہیں کہ لونڈی بھی بلائے تو اس کی خدمت کرنا اپنی کسر شان خیال نہیں فرماتے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۹ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۶۰ء | شمارہ ۱۵

مغربی تہذیب اور مسلمان

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے جو نہ صرف مہد سے لے کر لحد تک ہر شعبۂ حیات میں بلکہ عالم برزخ اور حشر میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا خدا الرحم الراحمین ہے۔ اس کے رسول رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ خود پیغام رحمت ہے۔ جبتک مسلمان نے اس پیغام رحمت کو اپنائے رکھا۔ اللہ تعالٰے کی رحمت اور رحمۃ للعلمین کی دعائیں اس کے شامل حال رہیں۔ یہ جس طرف رخ کرتا تھا۔ فتح و کامرانی اس کے قدم چومتی تھی۔

یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ مسلمان نے مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر اس پیغام رحمت سے منہ موڑ لیا ہے اس لئے ہر جگہ اس پر ذلت و خواری مسلط ہو چکی ہے۔ اس کی مثال اس بدقسمت شہزادہ کی سی ہے۔ جس کے اپنے گھر میں جواہرات اور سونے چاندی کا خزانہ موجود ہو اور وہ خود کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے در بدر بھیک مانگتا پھرتا ہو۔ مشرقی تہذیب کی نمائشی ٹیپ ٹاپ نے مسلمانان عالم کی اکثریت کی آنکھوں کو خیرہ کر کے ان کو مذہب اسلام سے بیگانہ کر دیا ہے۔ ان کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے ٹھیک کہا ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہر سچے مسلمان کو یہ دیکھ کر قلق ہوتا ہے کہ مسلمان زادے اسلام اور حاملین اسلام کا منہ چڑا رہے ہیں۔ وہ اپنی تقریر اور تحریر سے اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور اپنے زعم باطل میں اسے اسلام کی خدمت خیال کر رہے ہیں جو ان کو انکی مذموم حرکات کا احساس دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو ملّا کا حقارت آمیز لقب دے کر یہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ ان کی طعن و تشنیع کے باوجود اللہ تعالٰے ہمیشہ اپنے ایسے بندے پیدا کرتے رہیں گے جو کتاب و سنّت کی روشنی میں ان پر تنقید کرتے رہیں گے اور ان کو اس آئینہ میں ان کا منہ دکھاتے رہیں گے۔ کہ تمہارے خال و خد بگڑے ہوئے ہیں۔ ان کو درست کر لو۔ یہ مانیں یا نہ مانیں لیکن ان پر اتمام حجت ہو جائے گا۔

یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ جس کو دیکھا جائے تو چاروں طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ لیکن اس مایوسی کے دور میں کہیں کہیں امید کی کرن بھی نظر آنے لگتی ہے۔ امید کی یہ کرن مایوسی کے اس عالم میں بھی مسلمان کے مستقبل کو درخشندہ شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتی ہے ؎

نہیں ہوں نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ایسی ہی ایک کرن ۱۹۵۸ء میں ملتان کے افق سے اس وقت نمودار ہوئی۔ جب وہاں کے طاؤس و رباب کے دلدادہ حکام نے ثقافتی میلہ کے بھیس میں رقص و سرود کی محفل منعقد کرنے کی کوشش کی نہ صرف پاکستان کے دونوں حصوں سے بلکہ بیرونی ممالک کے ناچنے اور گانے والے مرد و زن کو اس محفل میں شرکت کی دعوت دی جا چکی تھی۔ ان میں اکثر ملتان پہنچ بھی چکے تھے لیکن ملتان کے غیور مسلمانوں نے رقص و سرود کے رنگ میں بیحیائی پھیلانے والوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور یہ محفل منعقد نہ ہو سکی۔

زندہ دلانِ ملتان کا یہی کارنامہ مستحق صد تحسین تھا۔ لیکن اللہ تعالٰے نے ان کے حصہ میں ایک اور سعادت لکھ رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے ہر پاکستانی مسلمان ملتان کا نام بڑے فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکے گا۔ محفلِ رقص و سرود کی بجائے ملتان میں حسن قرأت کی محفل منعقد کی گئی جسکی روئداد اس وقت ہمارے سامنے ہے اس محفل میں شریک ہونے والے قاری حضرات کو انعامات دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ چار پانچ گھنٹے تک اس محفل میں شریک ہونے والے حکام اور عوام پر وجد کی سی حالت طاری رہی۔ ملتان نے پاکستان کے دوسرے شہروں اور قصبات کے لئے ایک ایسی مثال پیدا کر دی ہے۔ کہ اگر ہر جگہ اس قسم کی محفلیں منعقد ہونے لگیں تو ممکن ہے کہ وہ دن ہم اپنی آنکھ سے دیکھ سکیں۔ جب رقص و سرود کی محفلوں کے مقابلے میں مسلمان حسن قرأت کی مجالس کو ترجیح دینے لگیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دوبارہ کھینچ کر اس ملک کو ایک بار پھر جنت کا نمونہ بنا دیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالٰے پاکستان کے حکام اور عوام دونوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب

۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کی رات کو مجلس ذکر کے بعد نماز عشا سے فارغ ہو کر جب حضرت گھر تشریف لے گئے تو اچانک آپ پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ جمعہ کے روز مرض کی شدت بدستور قائم رہی۔ اس لئے آپ نماز جمعہ کے لئے بھی مسجد میں تشریف نہ لا سکے اس شمارہ میں جو خطبہ ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ وہ حضرت کی غیر حاضری میں آپ کے چھوٹے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب نے ہی پڑھا تھا۔

جمعہ کے روز مرض کی شدت کے باعث حضرت جو باتیں فرماتے تھے وہ بھی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اس لئے آپ کے اعزہ و اقارب اور خدام کی طبیعت سارا دن پریشان رہی۔ اگلے روز اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے مرض کی شدت میں معتدبہ کمی ہو گئی۔ لیکن کمزوری بہت زیادہ رہی تیسرے روز صبح کو بفضلہ تعالٰے افاقہ رہا۔ لیکن دس بجے کے قریب طبیعت دوبارہ خراب ہو گئی اس لئے عصر کے بعد آپ کو ہسپتال پہنچا دیا گیا الحمد اللہ چوتھے دن صبح کو طبیعت اچھی رہی۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ رب العزت میں خلوص دل سے دعا کریں کہ وہ جلد از جلد حضرت کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے تاکہ آپکے وجود مبارک سے مسلمانوں کو جو فیض اس وقت پہنچ رہا ہے۔ وہ تا دیر پہنچتا رہے۔ آمین یا الہ العالمین ؏

باقی صفحہ ۱۶ پر

عظمتِ رفتہ کی یاد

از جناب لال دین صاحب اخگر

مسلماں۔ آہ مسلماں! یاد ہے جب تو مسلماں تھا
تری گفتار قرآں تھا۔ ترا کردار قرآں تھا

کہیں تھی سطوتِ قیصر کہیں تھی دولتِ کسریٰ
ترا سرمایۂ نازش مگر اک نورِ ایماں تھا

نہ تیغِ اصفہانی تھی۔ نہ زرہِ سیستانی تھی
فقط جوشِ شہادت لے مجاہد تیرا ساماں تھا

تری فتحِ بدر پر تو جو راضی تو خدا راضی
اُحد میں تو پریشاں تھا تو دوراں بھی پریشاں تھا

زہے قسمت کہ شاہِ دو جہاں تیرے مُربیّ تھے
کہ تو جب اُن کا خواہاں تھا خدا بھی تیرا خواہاں تھا

فلک اقرار کرتا تھا تری شانِ کریمی کا
کہ تو جب گُل بداماں تھا۔ زمانہ گُل بداماں تھا

یتیموں کا تُو خادم تھا ضعیفوں کا سہارا تھا
تو رانڈوں کا محافظ تھا خدا تیرا نگہباں تھا

یہاں صدیقؓ واں فاروقؓ یاں سلمانؓ وہاں عثمانؓ
اِدھر حیدرؓ اُدھر بوذرؓ نثارِ شمعِ فاراں تھا

ذرا چشمِ تصوّر سے نگاہ کر اپنے ماضی پر
کہ جب تاریک عالم میں ترا گھر ہی چراغاں تھا

بیاں اخگر سے کیوں ہو عظمتِ رفتہ کا افسانہ
ترے آقاؐ کا جبریلِ امیں ادنیٰ سا درباں تھا

خطبہ یوم الجمعۃ ۲ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۶۰ء عیسوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

آخرت کی زندگی میں دربار الٰہی سے امن کا تمغہ حاصل کرنیوالے

ہمارے محاورات میں دو لفظ مستعمل ہیں۔ امن[1] اور بدامنی[2]

بالفاظ دیگر

امن کی معنی چین ہے اور بدامنی کی معنی بے چینی ہے

اب قرآن مجید کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرنیکے بعد کون لوگ چین میں ہونگے

ع ا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

(وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْــًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝) سورۃ الانعام ع ۹ پ ۷۔

ترجمہ۔ اور اس (ابراہیم علیہ السلام) کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا۔ اس نے کہا۔ کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک ہونے میں جھگڑتے ہو۔ اور اس نے میری راہنمائی کی ہے اور جنہیں تم شریک کرتے ہو۔ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ مگر یہ کہ میرا رب مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے میرے رب نے علم کے لحاظ سے سب چیزوں پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں۔ حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اس چیز کو جس کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اگر تم کو کچھ سمجھ ہے۔ تو (بتاؤ) دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک نہیں ملایا۔ امن انہیں کے لئے ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔

شرک

یہ ہے کہ جو تعلق انسان کا فقط اللہ تعالیٰ سے ہی ہونا چاہیئے۔ وہ تعلق اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی سے بھی رکھے

شرک کی اس تعریف کو پیش نظر

رکھ کر قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے کہ کون کون سا تعلق فقط اللہ تعالیٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا اور کئی لوگ بے سمجھی اور قرآن مجید کی تعلیم سے ناواقفیت کے باعث اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے بھی رکھتے ہیں۔ اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال

اولاد سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی دے نہیں سکتا

(هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝) سورۃ آل عمران ع ۴ پ ۳۔

ترجمہ۔ زکریاؑ نے وہیں اپنے رب سے دعا کی۔ کہا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے

فقط انبیاء علیہم السلام

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ معزز۔ سب سے زیادہ مقبول سب سے زیادہ محبوب حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں جب انبیاء علیہم السلام بھی اولاد حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں تو اور کون دم مار سکتا ہے کہ میں بھی اولاد دے سکتا ہوں۔

اب اگر کوئی شخص

اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے سے اولاد کی درخواست کرے کہ مجھے اولاد عطا فرمایئے تو یہی شرک ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل بہت سے مسلمان اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کے دروازوں پر چل کر جاتے ہیں۔ کوئی چار میل کے فاصلہ پر۔ کوئی آٹھ میل کے فاصلہ پر کوئی دس میل کے فاصلہ پر جاتا ہے کہ ان کے مزار پر جاکر بیٹا مانگ لائیں۔ اسی کا نام شرک ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی بھی اولاد دے نہیں سکتا۔ تو پھر اتنی دُور جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا تو قرآن مجید میں صاف اعلان ہے۔ کہ میں انسان کے گلے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

دوسری مثال

مسلمانوں میں شرک کی دوسری مثال ملاحظہ ہو کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے دروازوں پر مشکل کشائی کیلئے جاتے ہیں حالانکہ جن کے مزارات پر جاکر اپنی مشکل کشائی کے لئے معروضات پیش کرتے ہیں۔ اور حاجت پوری ہونیکے بعد چڑھاوے چڑھانے کا وعدہ کرکے آتے ہیں اور مشکل حل ہو جائے تو بس چڑھاوے کی منت مان کر آئے تھے ان کے مزارات پر جاکر وہ چڑھاوا چڑھاتے ہیں حالانکہ میرا یقین ہے کہ اولیاء کرام کا بلا استثنا یہی شیوہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کھینچ کر اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر لانا نہ کہ اللہ تعالےٰ کے دروازہ سے ہٹا کر اپنے دروازہ پر لانا۔ لہٰذا اپنی حاجتوں کو اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کے دروازہ پر جاکر پیش کرنا۔ اور اللہ تعالےٰ کام کر دے تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں غیر اللہ کا شکر بجا لانا یہ شرک بکثرت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ دعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب بندوں کو (مرد ہوں یا عورتیں) اس شرک سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام۔ بلکہ تمام مخلص مومن (مرد اور عورتیں) اس شرک سے پاک ہیں۔ ہاں مسلمانوں کا جاہل طبقہ جن کا تعلق کتاب و سنۃ کے کسی کامل عالم سے نہیں ہے۔ وہ لوگ اپنی جہالت اور نادانی سے اس شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شرک کی سزا

ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝) سورۃ النساء ع ۷۔ پ ۵۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا۔ جو اس کا شریک کرے اور شرک کے ماسوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص شرک کرتے ہوئے مر جائے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔ اور دوزخ سے کبھی نہیں نکلے گا۔ اللھم اعذنا منہ وجمیع المسلمین۔

نمبر ۲

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا ۚ وَ ھُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ) سورۃ النمل ع ۷۔ پ ۲۰۔ ترجمہ۔ جو نیکی لائے گا۔ سو اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہونگے

شیخ الاسلام کا حاشیہ

"یعنی بڑی گھبراہٹ سے۔ کما قال تعالیٰ لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (انبیاء ع ۷)۔ اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں"

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ دنیا سے نیکیاں کر کے جائیں گے۔ وہ قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے باعث بڑی سخت گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے۔ "یہی چیز تو واضح کی جا رہی ہے کہ قیامت کے دن امن یعنی چین کن لوگوں کو نصیب ہوگا"

نمبر ۳

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝) سورہ حٰم السجدہ ع ۵ پ ۲۴۔ ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں۔ وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا۔ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا جو چاہو کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ وہ دیکھ رہا ہے۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کونیہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شبہات پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں۔ یا خواہ مخواہ توڑ موڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں۔ مگر خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں۔ جس وقت سامنے جائینگے دیکھ لیں گے۔ فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا اسی لئے آگے فرما دیا۔ "اعملوا ما شئتم اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے۔ کئے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں۔ ایک دن ان کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے اور ایک جو اپنی شرافت و سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے۔

نمبر ۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَا ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ ھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝)

سورۃ السباع ۴-۵- پ ۲۲۔ ترجمہ۔ اور ہم نے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ تو وہاں کے دولتمندوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر آئے ہو۔ ہم نہیں مانتے اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔ کہہ دو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی کشادہ کر دیتا ہے۔ اور کم کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دے۔ مگر جو ایمان لایا اور نیک کام کئے۔ پس وہی لوگ ہیں۔ جن کے لئے دگنا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور وہی بالاخانوں میں امن سے ہوں گے۔

دولتمندوں میں سے فقط مغرور اور متکبر طبقہ

آج کل کے دولتمندوں میں سے فقط مغرور اور متکبر طبقہ سے اپیل کرتا ہوں کہ مذکورۃ الصدر آیتوں کو آنکھیں کھول کر ذرا غور سے پڑھیں کہ ان آیات کے آئینہ میں کہیں تمہیں اپنا منہ تو نظر نہیں آ رہا یہ یاد رکھئے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور انورؐ کے مبارک دور سے قیامت تک علماء دین دنیا کے ہر خطہ میں قرآن مجید کا پیغام الٰہی ہاتھ میں لے کر جائیں گے اور وہاں کے باشندوں کو قرآن مجید کا پیغام پہنچائیں گے۔ پھر ان لوگوں میں سے بعض اسی وضع و قطع کے بھی دولت کے نشہ میں مخمور ہوں گے۔ جیسے کہ وہ لوگ تھے۔ جن کا ذکر مذکورہ آیات میں ہے۔ جو یہ کہتے تھے کہ ہم تمہاری باتوں کو نہیں مانتے اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ان کی بیہودگی کا باعث دولت کا نشہ تھا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مالدار اور دولتمند ہونیکے لحاظ سے کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ چنانچہ

آج کل بھی دولتمندوں میں بعض دولت کے نشہ میں بدمست ہونے والے ایسے دنیادار موجود ہیں کہ جب علماء ربانی (جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے اور بائیں ہاتھ میں احادیث نبویہؐ ہوتی ہیں) ان لوگوں کو تبلیغ حق فرماتے ہیں۔ تو وہ ان حق پرست علماء کرام کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کی پیش کردہ ہدایات ربانی اور ارشادات نبویہ کو ٹلا ازم کہہ کر ٹال دیتے ہیں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس قسم کے لوگوں کو مذہب اور حاملین مذہب پر مذاق اڑانے کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ورنہ

یہ لوگ یاد رکھیں اس وقت جو نتیجہ دونوں جماعتوں کا سورۃ سبا میں بیان کیا گیا ہے۔ وہی نتیجہ ان مذاق اڑانے والوں کے حق میں بھی نکلے گا۔ تبلیغ حق کرنے والے گروہ کا نتیجہ (وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ)۔ ترجمہ۔ اور وہی بالاخانوں میں (یعنی بہشت میں) امن سے ہوں گے اور ان کے مخالف (أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ) وہ عذاب میں پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

نمبر ۵

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ سورۃ الحجر ع ۴۔ پ ۱۴۔

ترجمہ۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔ ان باغوں میں سلامتی اور امن سے جا کر رہو اور ان کے دلوں میں (جو دنیا میں) کینہ تھا۔ ہم وہ سب دور کر دینگے سب بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے والے ہوں گے۔ انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچیگی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ میرے بندوں کو اطلاع دے کہ بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

نمبر ۶

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ۝

(سورۃ القصص ع ۴۔ پ ۲۰۔ ترجمہ۔ پھر جب موسیٰؑ وہ مدت پوری کر چکا اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا آگ کا انگارا لے آؤں۔ تاکہ تم سینکو پھر جب اس کے پاس پہنچا۔ تو میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰؑ میں اللہ جہان کا رب ہوں اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دے۔ پھر جب اسے دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر الٹا بھاگا۔ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰؑ سامنے آ اور ڈر نہیں۔ بے شک تو امن والوں سے ہے۔

امن کی خوشخبری دنیا ہی میں مل گئی

حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ دنیا میں بھی اللہ تعالٰے سے شرف ہمکلامی پاتے رہتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دنیا ہی میں یہ خوشخبری مل گئی کہ آپ کو بارگاہ الٰہی نے اپنے ان مقبول بندوں میں شامل فرما لیا ہے جو اللہ تعالٰے کی ہر گرفت اور ہر عذاب سے امن میں رہنے والے ہیں اللّٰھم اجعلنا منھم بفضلک وکرمک ومنک۔ آمین یا الہ العالمین

مذکورۃ الصدر آیات میں جو قصہ ہے اس کی تفصیل شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کے بیان سے ملاحظہ ہو۔ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے آپ کو بھی مل جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی۔ آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ حق میں جو صعوبات و شدائد برداشت کیں آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح ان کو آخرکار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور ہوئے آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہونگے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے۔ چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا۔ اسکے مناسب نبوت موسوی کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

دعا۔ اللہ تعالٰی ہمیں بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح اسلام کے دشمنوں کے شر سے بچائے اور انکے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح استقامت عطا فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح مرتے دم تک اسلام کا بول بالا کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور اس ساری کوشش کرنے میں فقط رضائے الٰہی مطلوب اور مقصود بنانے کی توفیق نصیب ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمیں بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما دے جو دنیا میں رہتے ہوئے بھی بارگاہ الٰہی میں آمنین کی فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں آمین یا الہ العالمین

نمبر ۷

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

سورہ الدخان ع ۳۔ پ ۲۵۔ ترجمہ۔ بے شک پرہیزگار ہی امن کی جگہ میں ہونگے باغوں اور چشموں میں۔ باریک ریشم اور گاڑھا پہن کر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ یونہی ہوگا اور ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔ وہ اس میں ہر قسم کا میوہ امن و اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہاں پہلی موت کے سوا اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے اور انہیں اللہ دوزخ کے عذاب سے بچائیگا یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

مذکورۃ الصدر انعامات متقیوں کیلئے ہونگے

متقی کسے کہتے ہیں

حق پرست علمائے کرام متقی کے معنی یہ کیا کرتے ہیں اَلْمُتَّقِيْ مَنْ يَتَّقِيْ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔ ترجمہ۔ متقی وہ شخص ہے جو ہر اس چیز سے بچے جس کے کرنے سے اللہ تعالٰی

نے منع کیا ہے۔ مثلاً عقائد کے سلسلہ میں انسان تین باطل عقیدوں سے بچے اور وہ شرک۔ کفر اور نفاق اعتقادی ہیں۔ معاملات کرنے کے سلسلہ میں کسی کی ایک کوڑی بھی نہ کھائے۔ اگر کسی سے کوئی وعدہ کرے تو اُسے ٹھیک وقت پر پورا کر دکھائے۔ بات کرنے میں کبھی جھوٹ نہ بولے۔ نکاح کرتے وقت بیوی کو جتنا مہر کے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسے ضرور ادا کردے۔ ایسا نہ کرے کہ وعدہ کرنے کے بعد بیوی پر دباؤ ڈال کر اور اسے مجبور کرکے اس سے معافی لے لے۔ یہ بھی تقوٰے کے خلاف ہے اور منت وسماجت کرکے عورت کو معاف کرنے پر مجبور کرنا تقوٰے (پرہیزگاری) کے خلاف ہے اور بدعہدی ہے۔ یا شادی ہونے کے بعد بیوی کو مجبور کرنا کہ مجھے تمہارے ماں باپ کے گھر سے چوری کرکے وہ دستاویز لا دے جو انہوں نے مجھ سے نکاح کے وقت مہر کا لکھوایا ہوا ہے۔ یہ چیز بھی تقوٰے کے خلاف ہے۔ بلکہ بدترین بدعہدی کی گھناونی تصویر ہے۔ کیا ایسی بیہودہ اور شرافت کے خلاف حرکتیں کرنے والے انسان اللہ تعالےٰ کے متقی بندوں کی فہرست میں آنے کے قابل ہیں؟ تجارت میں تقوٰے یہ ہے کہ گاہک سے جس چیز کے دام لے۔ وہ چیز واقعی اور کھری اور اصلی اسے دے۔ ایسا نہ کرے۔ کہ دام تو اصلی کے لے اور اسے نقلی چیز دے۔ مثلاً دام تو اصلی گھی کے لے۔ اور اسے نقلی یعنی بناوٹی گھی دے۔ یہ چیز بھی تقوٰی کے خلاف ہے۔ ایسے بد دیانت متقیوں کی فہرست میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ ایسے فریب کاروں اور دھوکے بازوں کو اپنے پرہیزگار بندوں میں شامل کریگا؟ ہرگز نہیں۔ مرد کی دوسری بیوی خاوند کی پہلی بیوی کے بچوں کو عموماً اس نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ جس محبت اور پیار سے اپنے جنے ہوئے بچوں کو دیکھتی ہے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو۔ پہلی بیوی کے بچوں کو تنگ کرتی رہتی ہے۔ یہ بھی تقوٰے کے خلاف ہے اور تقوٰے ہی کی برکت سے تو بہشت میں جانا ہے۔ پھر یہ سوتیلی ماں سوچ لے کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس کا کیا حال ہوگا۔ اور اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

حضور انورؐ کی امت کے متقی خود امن پائیں گے اور انبیاء سابق علیہم السلام کو انکی امتوں کے الزام سے بری کرکے امن دلانے والے ہوں گے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (الآیۃ سورۃ البقرۃ ع ۱۷۔ پ ۲)۔ ترجمہ اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ رہو۔ اور رسول تم پر گواہ ہو۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

آیت کے مضمون کی وضاحت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحبؒ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ "یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے۔ ایسا ہی ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا۔ تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت اور صداقت کی گواہی دیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی۔ اس وقت آپ کی امت انبیاءؑ کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔ انکی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے۔ اس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا۔ پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔ اس وقت آپؐ کی اُمت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا۔ اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں فائدہ۔ وَسَطً (یہ لفظ آیت میں آیا ہے) یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے۔ کہ یہ اُمت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے۔ جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے۔"

حضور انورؐ کی اُمت میں سے وہ لوگ کس فرقے کے ہونگے

جو آپ کی امت میں سے ہوں گے اور دربار الٰہی میں شہادت یہ دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے بیشک اپنی اپنی امت کو پیغام حق پہنچایا تھا۔ انکی اُمتیں جھوٹ بول رہی ہیں کہ ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔

کس فرقے کے سوال کا مطلب

یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں تہتّر فرقے ہوں گے۔ اور اپنی اُمت کے تہتّر فرقے ہونے کی اطلاع حضورؐ ہی نے دی ہے۔ اس لیئے ممکن ہے کہ خدام الدین کے پڑھنے والوں کی طبیعت میں یہ خیال آئے لہذا اس شبہ کا حل بھی حضور انورؐ کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

حدیث شریف

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ میری امت پر ضرور ضرور وہ دور آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح کہ ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک (برابری ہوگی) کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا تھا۔ جس نے اپنی ماں سے (علانیہ) بدکاری کی تھی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو یہ فعل کریگا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں پر بٹے گی (اور وہ) سب دوزخ میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے (یعنی فقط ایک فرقہ

میری امت میں سے بہشت میں جائے گا
لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہؓ کرام ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ بنی اسرائیل تو بہتر فرقوں پر بٹ گئے تھے اور مسلمان تہتر فرقوں میں بٹیں گے۔ اور ان تہتر میں سے فقط ایک فرقہ بہشت میں جائے گا۔ اور بہتر دوزخ میں جائیں گے

اس اعلان نبویؐ کے بعد

ہر مسلمان کو اپنے فرقے کے راہ نماؤں سے پوچھنے کا حق ہے اور بلکہ ضرور پوچھنا چاہیئے کہ جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں اور دوسروں پر ان چیزوں کا پابند نہ ہونے پر آپ طعن و تشنیع کر رہے ہیں یعنی اس فرقہ کے لوگوں پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ مذہبی رسوم کو ادا نہیں کرتے۔ اس لئے گمراہ ہیں۔ کیا یہ دینی رسوم (جو آپ سکھا رہے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم ان دینی رسوم کو بجا لایا کرتے تھے۔ اس طرح کرنے سے انشاء اللہ تعالےٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا اور اگر راہ نمایان دین یہ فرمائیں کہ یہ مذہبی رسوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ تو نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ ان رسوم یا ان وظائف کے کرنے سے ثواب ہوتا ہے تو آپ ان سے یہ عرض کریں کہ چلو مان لیا جائے کہ ثواب ہوتا ہے۔ مگر آپ کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے۔ کہ جو رسوم یا وظائف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے نہیں پڑھے۔ آپ ان وظائف کے پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت کو کیوں مجبور کرتے ہیں۔ یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ دین میں کچھ چیزیں ایجاد کریں اور ساری امت کو مجبور کریں اور جو نہ پڑھے اس پر طعن و تشنیع کریں انشاء اللہ تعالیٰ اگر سارے راہ نمایان اسلام اس مذکور الصدر قاعدے کو مان لیں تو اسلامی فرقوں کے مذہبی جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔

ما علینا الا البلاغ

مجلسِ ذکر کا منعقدہ جمعرات مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اللہ ہُو کے پاک نام کے فوائد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

عرض یہ ہے کہ اَللّٰہُ ھُو کے پاک نام کے بے شمار فائدے ہیں۔ آج میں ان میں سے ایک فائدہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نوحؑ کی قوم کے متعلق قرآن مجید میں اِنَّھُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا عَمِیۡنَ (سورہ الاعراف ع ۸۔ پ ۸)۔ ترجمہ۔ وہ لوگ اندھے تھے۔ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ ان آنکھوں کے اندھے نہ تھے۔ بلکہ دل کے اندھے تھے۔ فطرت سلیمہ کا نور نہ ہونے کے باعث وہ پیغمبر کو نہ پہچان سکے۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکامات پر عمل نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ ان کو اندھا فرما رہے ہیں

دو قسم کی آنکھیں

میں پہلے کسی مجلس ذکر میں عرض کر چکا ہوں کہ آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں ۱۔ ظاہری آنکھیں (۲) دل کی آنکھیں۔ دل کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے فرماتے ہیں۔ فَاِنَّھَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ۝ (سورۃ الحج۔ ع ۶۔ پ ۱۷)۔ (ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے۔ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں۔ اندھے ہو جاتے ہیں۔

چار طریقے

اولیاء کرام کے چار طریقے ہیں۔ ۱۔ نقشبندی۔ ۲۔ سہروردی۔ ۳۔ چشتی۔ ۴۔ قادری۔ ان سب کا مقصد ایک ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا جس طرح مرکزی نقطہ ایک ہوتا ہے اور اس سے بے شمار خط نکلتے ہیں۔ وہ سب مرکزی نقطہ پر آکر مل جاتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے مختلف طریقے ایجاد کر رکھے ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ ہمارا سلسلہ قادری ہے۔

تکمیل کے بعد

دل کی آنکھیں حاصل ہو جاتی ہیں جس طرح آنکھوں میں بینائی ہو اور سورج نکلا ہوا ہو تو سب کچھ نظر آتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ کے اندر فطرت سلیمہ کا نور موجود تھا۔ اس لئے ان کو دل کی آنکھیں وہبًا حاصل ہوتی تھیں۔ ان کو ریاضت کی ضرورت نہ تھی۔

صحابہ کرامؓ کی مثال

ستاروں کی سی ہے۔ آسمان پر ستارے جگمگا رہے ہوں تو ان کی روشنی میں بھی اکثر چیزیں نظر آتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی لوگوں کے اندر فطرت سلیمہ کا نور باقی تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں بھی دل کی آنکھیں وہبًا حاصل ہوتی تھیں۔

اندھیری رات

جب رات اندھیری ہو نہ آسمان پر سورج ہو۔ نہ ستارے ہوں چاروں طرف بادل چھائے ہوئے ہوں تو ہر شخص کو اپنا چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت روحانیت کا ایسا ہی دور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنبدِ خضرا میں آرام فرما ہیں۔ صحابہ کرامؓ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ گویا اب روحانیت کا نہ سورج آسمان پر موجود ہے اور نہ ستارے۔ اب کسبًا دل کی آنکھیں حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ اس کے لئے اللّٰہ ھو کے پاک نام کی اہل اللہ مشق کراتے ہیں اس سے دل کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ حلال اور حرام کی تمیز ہو جاتی ہے

اَللّٰہُ ھُو

کے پاک نام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ

حلال اور حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے جس طرح ظاہری آنکھوں کے بینا کو پتہ لگتا ہے کہ بکری ہے یا سؤر۔ اسی طرح باطن کی بینائی والے کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں حرام۔ وہ کھانے۔ پینے۔ پہننے اور مکان کے معاملہ میں حرام سے بچتا ہے۔ جب یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان ہر چیز میں حلال اور حرام کی تمیز کر سکتا ہے۔ جب تک اللہ ہُو کے نصاب کی تکمیل نہ ہو یہ استعداد پیدا نہیں ہوتی۔

تکمیل نہ ہو

تو میں اجازت نہیں دیا کرتا۔ جس طرح مدارس عربیہ کا فارغ التحصیل عربی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے۔ بی اے اور ایم اے انگریزی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے اسی طرح اَللّٰہ ھُوْ کا نصاب پورا کر لینے کے بعد کھانے پینے پہننے اور مکان کے متعلق مشق کے بعد پتہ لگتا ہے کہ حلال ہے یا حرام ابھی چند روز ہوئے دو صاحب آئے تھے۔ ایک سندھ اور دوسرے بہاولپور سے آئے تھے۔ دونوں نصاب کی تکمیل کر چکے تھے۔ پہلے دونوں کو ٹسٹ کرنے کا طریقہ سکھایا۔ پھر بازار سے چند چیزیں منگائیں اور ان کو کاغذ پنسل دے کر کہا کہ ان کو ٹسٹ کر کے دکھاؤ۔ دونوں کے جوابات میں کچھ غلطیاں تھیں میں نے ان سے کہا کہ مشق کرنے سے یہ غلطیاں دُور ہو جائیں گی۔

حرام کھانے سے

اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی بجھ جاتی ہے۔ عبادت میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ حرام کھانے سے سلب ہو جاتی ہے۔ بعض احباب جب شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں لطف نہیں آتا۔ تو میں فوراً کہتا ہوں کہ آپ نے حرام کھایا ہوگا حرام کھانے کا جو نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثانی) (ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا اور حرام مال سے پرورش پانے والا ہر گوشت اس بات کا مستحق ہے کہ دوزخ (کی آگ) اس کو اپنے اندر سمیٹے) اگر دل میں ایمان تھا تو حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت دوزخ میں جل جائے گا تو باقی کو نکال کر جنت میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ ہُو کے پاک نام سے حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے پھر نہ حرام کھائے گا۔ نہ حرام کا گوشت وجود پر آئے گا۔ اور نہ دوزخ میں جلنے پائے گا۔

اللہ ہُو کے ذکر

کو بعض لوگ بدعت کہتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو بدعت کے معنی نہیں آتے۔ بدعت کے معنی ہیں کہ دین کے رنگ میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے اور اس کو ساری امت کے لئے لازم قرار دیا جائے۔ تب وہ بدعت بنے گی۔ جو اَللّٰہ ہُو کا پاک نام نہیں سیکھنا چاہتے نہ سیکھیں۔ ہم ان کو کب مجبور کرتے ہیں کہ ضرور سیکھو۔ جو سیکھے گا۔ اس کو حلال اور حرام کی تمیز ہو جائے گی اور حرام سے بچ جائے گا۔ اگر وجود پر گوشت حلال مال سے پرورش پایا ہوا ہوگا۔ تو جنت میں داخل ہوگا۔

خوفِ خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خوف خدا اس قدر غالب تھا۔ کہ اگر غلطی ہو جاتی تھی۔ تو خود بخود آپ کے حضورؐ میں آ کر اقرار کر لیتے تھے۔ ان کو کسب کی ضرورت نہ تھی۔ آپؐ کے زمانہ میں زنا کا ایک ہی واقعہ ہوا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

عَنْ بُرَیْدَۃَؓ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِکٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ طَھِّرْنِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الرَّابِعَۃُ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَ اُطَھِّرُکَ قَالَ مِنَ الزِّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبِہٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اِنَّہٗ لَیْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْکَھَہٗ فَلَمْ یَجِدْ مِنْہُ رِیْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَیْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا یَوْمَیْنِ اَوْ ثَلَاثَۃً ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ اُمَّۃٍ لَوَسِعَتْھُمْ الحدیث (رواہ مسلم) (کتاب الحدود۔ الفصل الاول) (ترجمہ بریدہؓ سے روایت ہے۔ کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے پاس آئے۔ پھر کہا یا رسول اللہؐ مجھے پاک کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر۔ واپس جا اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اور توبہ کر۔ وہ چلا گیا اور تھوڑی دُور جا کر پھر واپس آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہؐ مجھ کو پاک کیجئے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ فرمائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوتھی مرتبہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کس چیز سے تجھے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کی زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ پاگل ہے۔ پھر آپؐ کو خبر دی گئی کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا اس نے شراب پی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا۔ پھر اس کو سونگھا پھر شراب کی بو نہ پائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ پھر اس کے متعلق حکم دیا۔ پھر اس کو سنگسار کیا گیا۔ پھر دو یا تین دن گذر گئے۔ پھر رسول اللہؐ تشریف لائے پھر آپؐ نے فرمایا۔ ماعز بن مالکؓ کے لئے بخشش مانگو۔ البتہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت میں تقسیم کر دی جاتی تو سب کو گھیر لیتی) اب یہ حالت ہے کہ سب گناہ کرنے کے بعد اقرار جرم تو بجائے خود رہا۔ الٹا اپنے آپ کو جنت کا وارث سمجھتے ہیں۔ اب طبیعتوں میں خوف خدا نہیں رہا۔ اس لئے کسبًا پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ ہی دوکاندار تھے۔ وہی بیچنے والے اور وہی خریدنے والے تھے۔ انکو کسبًا حلال اور حرام کی تمیز پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اب اکثریت باطن کے اندھوں کی ہے اس لئے اب کسبًا اس تمیز کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

انسانیت کا رنگ

باقی بر صفحہ ۱۴

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی

مہمان نوازی

ماخوذ از شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی

از مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی

مولانا خاندانی یا ذاتی حیثیت سے کوئی رئیس و متمول شخص نہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ اور نائبین انبیاءؑ کا سا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا۔ وہ بہت کم دوسروں کے ممنون ہوئے اور انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا۔ ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع ترین مہمان خانوں میں سے تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ بعض واقفین کا اندازہ ہے کہ پچاس مہمانوں کا روزانہ اوسط تھی۔ پھر اس میں ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے لوگ ہوتے تھے۔ مولانا کی بشاشت انتظام مستعدی اہتمام بتلاتا تھا کہ ان کو کس قدر قلبی مسرت اور روحانی لذت حاصل ہو رہی ہے

ضیافت و مہمان نوازی اور اطعام طعام ان کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ پھر مہمانوں کے ساتھ وہ جس تواضع اور انکسار اور جن اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکھ کر قدیم عرب شاعر کا یہ شعر بے اختیار یاد آتا تھا۔

"میں مہمان کا غلام ہوں۔ جبتک وہ
میرے گھر مہمان رہے اور زندگی
کا یہی ایک موقع ہے۔ جس میں میں
غلام معلوم ہوتا ہوں"۔

ہندوستان کے مشہور کمیونسٹ لیڈر

ڈاکٹر محمد اشرف صاحب کا مضمون

دیوبند کے قیام کی غالباً چوتھی شام تھی۔ کہ میں اپنے بستر پر دراز تھا۔ رات کے دس بج چکے تھے گھومنے پھرنے کی وجہ سے کچھ تھکن زیادہ تھی۔ چنانچہ لیمپ گل کیا اور سونے لگا۔ دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مجھے کچھ غنودگی سی تھی کہ میں نے ایک ہاتھ اپنے ٹخنے پر محسوس کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے کسی نے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے میں چوکنا ہو گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا بنفس نفیس اس گنہگار کے پاؤں دبانے میں مصروف ہیں۔ میری بدحواسی' حیرانی اور شرمندگی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں میں نے پاؤں جلد جلد سکیڑے اور بڑے ادب اور لجاجت سے حضرت کو روکا۔ مولانا نے اس پر حسرت سے فرمایا "آپ مجھے اس ثواب سے کیوں محروم کرتے ہیں کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت کر سکوں"۔ مجھ پر اس ارشاد کے بعد جو گذری۔ میرے لئے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

واقعہ یہ بھی ہے کہ میں بارہ برس بعد آج پہلی بار اس واقعہ کا انکشاف کر رہا ہوں۔ اور اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس راز کو فاش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان کی فراخدلی اور ان کے اخلاق کا یہ ادنیٰ نمونہ تھا۔

مہمان نوازی و کسرِ نفسی و خدمتِ خلق

محب مکرم جناب مولانا فیض اللہ صاحب فیض آبادی مجاز حضرت شیخ الاسلام اس واقعہ کے ناقل ہیں۔ یہ سبق آموز واقعہ صرف عبرت و نصیحت کے خیال سے درج کرتا ہوں۔ ورنہ سینکڑوں واقعات ہیں۔ حضرت استاذ العرب والعجم کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد سے لے کر بارہ بجے شب تک حدیث کی سب سے مہتم بالشان کتاب بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ مولانا فیض اللہ صاحب دورۂ حدیث میں شامل تھے۔ یہ حضرت مولانا مرحوم کو لالٹین دکھلانے پر مامور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت اقدس قدس اللہ سرہ العزیز مہمان خانے میں تشریف لائے اور شب کا نصف حصہ گذر چکا تھا۔ سردی کا موسم ہے۔ ایک خستہ حال بوسیدہ کپڑے میں ملبوس چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کیوں بیٹھے ہیں۔ جبکہ سارے مہمان آرام فرما ہیں اور خود بھی ساتھ چل دیئے اور اس نووارد مہمان سے دریافت فرمایا تو اس مہمان نے جواب دیا کہ کسی صاحب نے مجھ کو دسترخوان سے اٹھا دیا ہے اور میرے پاس لحاف وغیرہ بھی نہیں ہے۔ حضرت پر بڑا اثر ہوا بار بار ان کا نام پوچھا۔ مگر پتہ نہ چلا۔ فوراً اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے کر خود باہر تشریف لائے اور جب تک اس مہمان نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ باہر ہی بیٹھے رہے۔ سارے مہمان اور اہل خانہ سو چکے تھے۔ حضرت اندر تشریف لے گئے۔ اور اپنا بستر اٹھا لائے اور اس کو بچھوایا۔ اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گذاری۔ مولانا فیض اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بہت اصرار کیا۔ اور چاہا کہ میں بستر لے آؤں اور حضرت آرام فرمائیں۔ مگر اس پیکر سنت نے گوارا نہ فرمایا۔

(مولانا بشیر احمد صاحب فیض آبادی)

میرے ایک مخلص نے اپنے سفر دیوبند کا حال اس طرح بتایا۔

میں دیوبند جانے سے پہلے کٹر قسم کا مسلم لیگی تھا۔ مولوی صاحبان کو بُری اور حقیر نظروں سے دیکھتا تھا۔ مولانا مدنی کا بھی بہت مخالف ذہنی تھا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہوا تو سوچا کہ چلو آیا ہوں تو دارالعلوم بھی دیکھتا چلوں۔ پہنچا۔ معلوم ہوا۔ مولانا مدنی درس دے رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر میں تشریف لائیں گے۔ خبر رساں نے یہ پیغام بھی پہنچایا کہ آپ سے ضرور ملیں گے۔ چلے نہ جایئے گا۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ کہ مولانا سے تو میری ذرا سی بھی جان پہچان نہیں۔ نہ نام پوچھا نہ پتہ معلوم کیا خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ ہستی واقعی بڑے دل اور بلند اخلاق کی مالک ہے۔ میں نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر حضرت مولانا کی آمد ہوئی شرف ملاقات ہوا۔ مولانا نے مزاج پرسی کے بعد پوچھا بستر کہاں ہے؟ میں نے کہا۔ فلاں جگہ۔ آپ نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ بستر و سامان وغیرہ سب یہیں آئے گا۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ چلئے بتایئے بستر کہاں ہے۔ میں اٹھا کر لاتا ہوں۔ یہ سن کر میں چکر میں پڑ گیا کہ میں یہ کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ مولانا کو جلد سامان وغیرہ لانے کا یقین دلایا اور رخصت حاصل کی۔ شب کو اس کشمکش و پیچ میں کہ دارالعلوم کھانا کھا کر جاؤں یا بغیر کھانے کے کافی دیر ہو گئی۔ کچھ اور کام بھی کرنے تھے۔ چنانچہ پھر بے کھائے دارالعلوم کی طرف روانہ ہوا۔ پہنچا دیکھا کہ قریب قریب سب لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے دیکھ کر دل میں قسم کھائی کہ ایسوں کی غلامی میرے لئے باعث فخر ہے۔ ان کو بُرا کہنے والے دراصل اندھیرے میں ہیں اور ان پر حقیقت نہیں کھلی ہے۔

نہ جانے کتنی دیر سے میرا انتظار ہو رہا تھا ایک معمولی شخص کا انتظار ایک اجنبی شخص کا انتظار میں اندر ہی اندر حیرت زدہ تھا۔ کہ اب تک میں کن خرافات میں مبتلا اور کہاں تھا۔ الغرض کھانا سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھایا۔ تقریباً تیس چالیس آدمی تھے سنا کہ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر تعداد کم و بیش اتنی ہی رہتی ہے۔ جس کا تمام صرفہ مولانا مدنی اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے ہیں۔

(مولانا فرید الوحیدی صاحب)

ایک صاحب ایک مرتبہ دو ماہ تک مقیم رہے۔ نہ نماز پڑھتے اور نہ حضرت کی مجالس میں شریک ہوتے۔ خادم مہمان خانہ نے ان سے کہا۔ تم دو ماہ سے مقیم ہو۔ حضرت سے کوئی مقصد بھی عرض نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے۔ اگر تمہارا کام نہیں ہے تو جاؤ اپنا گھر بار دیکھو۔ اتفاق اور شومئے قسمت سے، جس وقت خادم یہ کہہ رہا تھا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ بات رفت و گذشت ہو گئی۔ وہ مہمان بھی رخصت ہو گئے مجھے اور کسی کو یہ واقعہ یاد بھی نہ رہا۔ مہینوں کے بعد کسی موقعہ پر حضرتؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ راقم الحروف حاضر ہوا حضرت مطالعہ فرما رہے تھے۔ جونہی میری طرف نظر ڈالی۔ ڈانٹنا شروع کیا۔ "کس نے مہمان سے کہا کہ چلے جاؤ"۔ "مردک گدھے تو اسی لئے پیدا ہوا تھا"۔ یوں تو عموماً حضرت میری غلطیوں پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی یہ تنبیہ زبان و بیان کی حد سے گذر کر دست مبارک اور سر ناپاک کے حد تک پہنچنے والی ہوتی تو راقم الحروف کو پہلی ہی نظر میں اس کا اندازہ ہو جایا کرتا تھا۔ آج جونہی حضرتؒ نے میری طرف نظر فرمائی۔ میں نے فوراً صورت حال کی نزاکت کا اندازہ کر لیا اور نہایت صفائی کے ساتھ اپنا بے قصور ہونا ثابت کیا۔ فرمایا۔ "تو وہاں موجود تو تھا تو نے روکا کیوں نہیں"۔ میں نے جرأت کر کے عرض کی کہ وہ مہمان دو ماہ سے مقیم تھے۔ تارک صلوٰۃ تھے۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ صوفی جی کچھ بے جا نہیں کر رہے ہیں فرمایا ترک صلوٰۃ ہمارا نہیں خدا کا قصور ہے اس پر ان کو سمجھانا چاہیئے تھا اور دو ماہ رہے کوئی مہمان چاہے سو ماہ رہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھے یہ نہ سمجھنا کہ میں سفر پر رہتا ہوں مجھے علم نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے مہمانوں کو تکلیف پہنچائی تو میں قیامت کے دن دامنگیر ہوں گا۔

حضرت مدنیؒ کی ایک جن سے ملاقات

حضرت استاد و شیخ کی ذات بہت سی صفات کمالیہ کی جامع تھی۔ مجھے حضرت کے زیر سایہ تقریباً چار سال ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۵ء رہنے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ جن میں سے ایک سال خاص فیض صحبت یعنی دورہ حدیث پڑھنے کا موقعہ حاصل رہا ہے۔ حضرت نے ایک مرتبہ دوران درس حدیث ارشاد فرمایا کہ حسب عادت جب میں ایک سال سلہٹ پہنچا (حضرت ہر ماہ رمضان سلہٹ میں گذارتے تھے) تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو اسکول میں پڑھتا ہے۔ اس لڑکے کے والد عامل تھے جو تسخیر جنات وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ بالعموم ہوتا یہ ہے کہ جنات اس قسم کا عمل کرنے والوں سے دشمنی اور عداوت کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں لیکن خلاف معمول اس بچہ کو جنات نے اپنی تحویل میں والد کی زندگی ہی سے لے لیا ہے۔ اور جنات اس لڑکے کی ہر طرح دیکھ بھال اور تربیت کرتے ہیں۔

وہ ایک لڑکا پتلا دبلا نحیف و لاغر۔ اسکول کے بچے جب اس سے تازہ مٹھائی یا بے موسم پھلوں کا مطالبہ کرتے تھے تو وہ دام و مال میں باندھ کر انار کے ایک درخت میں لٹکا دیتا تھا۔ جو اسکول ہی کے احاطہ میں ایک طرف واقع تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب رومال کو اوتار کر کھولتے تھے تو اس میں سے مطلوبہ مٹھائی یا بے موسم پھل جس کی بھی خواہش ظاہر کی جاتی تھی موجود ہوتا تھا۔ مقامی لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اس لڑکے سے اسکول کے ساتھی اس طرح تفریح کیا کرتے ہیں۔

میرے سلہٹ پہنچنے کا جب اس لڑکے سے ذکر کیا گیا تو اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہلا بھیجا کہ اگر اپنے موکل سے ملاؤ تو ملیں۔ لڑکا اس کام کیلئے آمادہ ہو گیا اور ایک وقت مقرر کر دیا گیا۔ جو غالباً مغرب کے بعد کا تھا۔

میں مولانا خلیل احمد صاحب اور ایک دو مقامی حضرات میں سے ساتھ لے کر وہاں پہونچا (غالباً حضرت قاری اصغر علی صاحب جو حضرت کے خادم خاص معتمد علیہ اور مزاج شناس خصوصی ہیں۔ یہ بھی ہمراہ تشریف لے گئے تھے) ایک دالان تھا۔ جنوب رویہ اس کے دروں پر چادر تان دی گئی تھی۔ جس طرح عورتوں کے لئے پردہ کر دیا جاتا ہے۔ اندر پردہ سے متصل ہی ایک تخت بچھا ہوا تھا۔ اس پر لیمپ روشن تھا ہم لوگوں کے بیٹھنے کے لئے پردہ کے باہر سامنے کچھ فاصلے پر فرش بچھا دیا گیا تھا۔ لڑکے نے اندر تخت پر بیٹھ کر ایک رکوع تلاوت کیا۔ جس سے روشنی دھیمی ہو گئی لیکن پھر بھی لڑکا پس پردہ بیٹھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک دراز قد سایہ سا بشکل انسان لڑکے کی طرف بڑھتا ہوا اور سلام کر کے لڑکے کے برابر آ بیٹھا۔ سلام کی کیفیت عجیب تھی۔ جس کو الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بھنبھناتی ہوئی جھرجھری باریک اور تیز آواز جس میں مجھ سے خطاب تھا (یعنی السلام علیک یا مولانا) تھوڑی دیر تامل کے بعد میں نے کہا ہم آپ کو بے حجاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ سامنے بلا آڑ کے تشریف لایئے۔ اسی اپنے جناتی لہجے میں بولے یہ چیز ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم بغیر کسی آڑ کے سامنے آنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

متعدد باتوں کا شکوہ کیا۔ مولانا آپ نے وقت موعود میں دیر کر دی جس کا میں نے اعتراف کیا۔ اور معذرت کی۔ بولے ایک مرتبہ ہم دیوبند گئے تھے۔ یہ مولانا جمیل احمد صاحب قدوری پڑھا رہے تھے اور ہمارے بعض ساتھی آپ کے شاگرد بھی ہیں۔ سب کچھ باتیں ہو چکنے کے بعد میں نے کہا۔

ہماری گورنمنٹ برطانیہ سے لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں۔ اور وہ ہم کو غلام رکھنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے ہمارا یہ مطالبہ حق ہے اور ان کا ہم پر تسلط رکھنا ناجائز اور ظلم ہے۔ کیا اس سلسلہ میں آپ ہماری کوئی امداد کر سکتے ہیں (نصب العین کے لئے وارفتگی ملاحظہ ہو۔)

جواب دیا۔

یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے پھر وہ حسب دستور اجازت طلب کر کے سلام کرتے ہوئے اسی طرح رخصت ہو گئے۔ ہمیں صرف وہی آدمی کی شکل کی پرچھائیں سی معلوم ہوئی اور کچھ نہیں۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔ لڑکے نے لیمپ کی بتی ابھاری اور دالان روشن ہو گیا۔ پھر ہم وہاں سے

باقی صفحہ ۱۴ پر

تکبر کا علاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔
اَمَّا بَعْدُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ○ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ ○ فَکُّ رَقَبَۃٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ○ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ○ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ○ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ○ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ○ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ ○ سورہ البلد پارہ ۳۰

ترجمہ:۔ سو وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا اور تم کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا یا کھانا کھلانا یا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک میں ملے ہوئے محتاج کو۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم اور شفقت کی وصیت کی یہی لوگ داہنے والے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ لوگ بائیں والے ہیں۔ ان پر آگ ہوگی جو ان پر محیط ہوگی اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک متکبر و مغرور متفاخر کی باتوں کا جواب دیا تھا۔ باقی حصہ میں خداوند تعالیٰ نصیحت فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بجائے ان متکبرانہ خیالات اور مغرورانہ الفاظ کے یہ یہ کام کرنے چاہئیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ" کیوں نہ پار ہوا گھاٹی سے وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ اور تجھے معلوم بھی ہے وہ گھاٹی کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص جو کلمات متکبرانہ کہہ رہا ہے اس کو اب چاہئیے کہ گھاٹی سے گزر جائے، اور گھاٹی سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتنا بے مشکل اور صعوبت ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی مشکل کام کو کر گزرے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص گھاٹی سے گزر گیا۔ اس جگہ یہ مطلب ہے کہ خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ کوئی آسان اور ہنسی کھیل نہیں ہے بلکہ وہاں تک پہنچنے کے لئے کچھ مشکلات اور صعوبتیں اٹھانی پڑیں گی اور گھاٹی سے گزرنا پڑے گا۔ آگے اس گھاٹی کا ذکر ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَکُّ رَقَبَۃٍ یعنی گردن چھڑانا۔ گردن چھڑانے کے مختلف معنی مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانا۔ دوسرے قرض خواہ کا قرض ادا کر کے اس کی گردن چھڑانا تیسرے یہ کہ کسی مظلوم کو ظالم کے ظلم سے آزاد کرانا۔ مطلب یہ ہے گھاٹی سے گزرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی غلام کو آزاد کرو، یا کسی مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دو۔ حاصل یہ ہوا کہ مال و دولت پر غرور کرنے کے بجائے اس کو خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہئیے۔ آگے فرماتے ہیں اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یعنی گھاٹی سے گزرنے کا دوسرا طریقہ اور خدا تک پہنچنے کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ کھانا کھلا دے کسی بھوک والے دن میں۔ اور یہ کھانا کس کو کھلا دے؟ اس کا ذکر آگے ہے کہ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ یعنی کھانا کسی قرابت دار یتیم کو کھلائے یا کسی مسکین کو جو بالکل خاک ہی میں ملا ہوا ہو۔ اس جگہ جو مسکین کے ساتھ لفظ ذَا مَتْرَبَۃٍ یعنی مٹی میں ملا ہوا فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض فقراء اور مساکین تو ایسے ہیں کہ جن کا خرچ ان کی آمدنی سے زیادہ ہوتا ہے۔ سو وہ بھی ایک طرح کے مسکین ہیں۔ اور ایک وہ ہے کہ جس کی کوئی آمدنی ہی نہیں اور اس کے پاس بجز خاک کے اور کچھ نہیں۔ اس کے حالات ایسے ہیں کہ جیسے وہ بالکل مٹی ہی میں مل گیا ہو تو اس کو کھانا کھلانا اور اسکی مدد کرنا یہ زیادہ باعث فضیلت ہے۔ ایک مرتبہ مجھے مسوری جانے کا اتفاق ہوا، لوگ وہاں ایک مسجد بنوا رہے تھے ہم اس مسجد میں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک پہاڑی پر نہایت شاندار بنگلہ لوگوں نے مجھے دکھایا اور بتایا کہ جن صاحب کا یہ بنگلہ ہے وہ بہت رئیس اور مال دار آدمی ہیں۔ اہل شہر نے ان سے بھی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ طلب کیا تو انہوں نے لاپروائی سے کہا کہ "میرے ہاں اس فنڈ میں گنجائش نہیں"۔ خدا کی شان دیکھئے کہ اسی روز شدید بارش ہوئی اور ان کے بنگلہ کا وہ پشتہ بارش کی وجہ سے گر گیا جو اس بنگلہ کو سنبھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ کیوں کہ بنگلہ پہاڑی کے اوپر کنارہ ہی پر واقع تھا۔ اب وہ پشتہ گر گیا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کے گرنے کی وجہ سے کوٹھی بھی کچھ مخدوش ہو گئی ہوگی۔ تو لوگوں نے اس کو دکھا کر اور ان کا واقعہ بیان کر کے کہا۔ اب تو غالباً فنڈ میں گنجائش نکل آئی ہوگی۔ مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ اگر انسان خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کسی وجہ سے عذر کرے تو ادب کو ملحوظ رکھے۔ گستاخانہ اور متکبرانہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے۔ ایسے الفاظ خداوند تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ بعض اوقات حق تعالیٰ دو ہی اس کی سزا دیتے ہیں۔ اس لئے اس سے بہت ڈرنا چاہئیے۔ آگے ارشاد ہے ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی پھر ہوتا ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اس جگہ علماء کو یہ شبہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ "ثم" کا لفظ جس کے معنی "پھر" کیوں فرمایا۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ سو مطلب اس کا یہ ہے کہ گھاٹی سے گزرنے کے جو کام خدائے تعالیٰ نے اس جگہ ذکر فرمائے وہ کام کبھی کافر بھی کرتا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے۔ اگر ایمان ہے تو عمل قبول ہے۔ اور اگر کافر ہے تو رد ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تم نے یہ سب کام کئے مگر ایمان نہ لائے تو بے کار۔ اس جگہ ممکن ہے آجکل کے مہذب اور متمدن لوگ یہ اعتراض کریں کہ صاحب یہ تو کھلی تنگ نظری ہے کہ کافر اگر نیک کام کرے تو قبول نہیں حالانکہ وہ بھی خدا کے لئے کرتا ہے اور اسکی نیت بھی خالص ہوتی ہے۔ مگر محض کفر کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہدیہ و نذرانہ اس شخص سے قبول کیا جاتا ہے جس سے تعلق ہو اگر کوئی ایسا شخص ہدیہ یا نذرانہ دے جو مخالف ہے اس کا نذرانہ قبول نہیں کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ ہم تمہارا ہدیہ کیوں لیں تمہارا ہم سے تعلق کیا؟

باقی صفحہ ۱۴ پر دیکھئے

مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ کا سنگِ بنیاد

مدرسہ مذکورہ بالا حضرت اقدس الحاج الشاہ مولانا عبدالقادر رائے پوری مدظلہ العالی کے ارشاد عالیہ و مشورہ سے ڈونگہ بونگہ (بہاولپور) میں حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب کی زیر سرپرستی ۱۹۵۰ء میں قائم ہوا۔ حضرت مولانا کی مخلصانہ اور پیہم جدوجہد مدرسہ کیلئے نہایت مفید ثابت ہوئی اور مدرسہ میں طلبہ و طالبین فن کا اجتماع کثیر ہو گیا اور فیض کی نہریں جاری ہو گئیں۔ لیکن حوادث زمانہ کہئے کہ بعض مخالفین اس فیض روحانی کو برداشت نہ کر سکے اور مسجد کو ویران کر دیا مدرسہ کی عمارات پر قبضہ کر لیا۔ جو تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت مولانا موصوف کی مخلصانہ سعی سے وجود میں آ چکی تھیں۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے فرمان کے پیش نظر بجائے اس کے کہ حضرت مولانا ان مخالفین کا مقابلہ کرتے خاموشی سے اپنے نیک مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب فراہم فرمائے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک نئی جامع اور وسیع و عریض مسجد وجود میں آ گئی اور مدرسہ کے لئے الگ نہایت فراخ جگہ فراہم کر لی گئی۔ جہاں مدرسہ کی نہایت موزوں عمارت کی بنیادیں رکھی جا رہی ہیں۔ کچھ اراضی زرعی بھی مدرسہ کے متصل حاصل کر لی گئی ہے تاکہ باغ لگایا جا سکے۔ جس کا نام حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے باغ کی رعایت سے گلزار رحیمی ہوگا۔ مدرسہ کی عمارت کے لئے فی الحال ۵ ہزار روپیہ کی خشت ہائے پختہ خرید کر لی گئی ہیں۔ لیکن تعمیر کا کام سرمایہ کی کمی کی وجہ سے شروع نہیں ہو سکا۔ اہل ثروت اور مخیر حضرات کو خصوصی توجہ فرمانی چاہیئے)

اب انشاء اللہ العزیز مورخہ ۲۳ر فروری ۱۹۶۰ء کو شیخ التفسیر الحاج حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی اپنے دست مبارک سے مدرسہ کی عمارت کی خشت اول رکھیں گے۔ مخیر حضرات نیز اپنے رفتگان کو ایصال ثواب کی نیت سے مدرسہ کی عمارت کا کوئی حصہ تعمیر کروانے والے حضرات کے نام کے کتبہ جات ان حصوں میں (جو ان کی طرف سے تعمیر ہوں گے) نصب کئے جاویں گے۔ جن حضرات کا خیال اس سلسلہ میں ثواب دارین حاصل کرنے کا ہو۔ انہیں جلد اس طرف توجہ فرمانی چاہیئے تاکہ اس مبارک موقع پر ان حصوں کے سنگ بنیاد بھی حضرت ممدوح ہی کے مبارک ہاتھوں سے نصب ہوں۔

بیرونی نادار اور مستحق طلباء کی رہائش خوراک، پوشاک کا جملہ انتظام ادارہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یا تجوید قابل ستائش ہے۔ خصوصاً بچیوں کے لئے ایسا نادر انتظام خال خال ہی کہیں نظر آئیگا اس وقت تک بیسیوں حفاظ اور سینکڑوں ناظرہ خواں بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر کے مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ابتدائی درسی تعلیم فارسی عربی درس نظامی کا انتظام بھی کیا جا کر تعلیم شروع ہو چکی ہے۔ شرح جامی۔ شرح وقایہ۔ مشکوٰۃ شریف تک اسباق شروع ہیں۔ پانچ استاد۔ تین استانیاں ماہرین فن تجوید اس کار خیر کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس گلشن محمدی کو دن دوگنی۔ رات چوگنی ترقی عطا فرماویں۔

المعلن

محمد بشیر احمد مہتمم مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں انسانیت کا رنگ ہے قرآن۔ اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگساز ہیں صوفیاء عظام۔ ایک مجلس ذکر میں میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق عرض کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو خدام الدین لاہور۔ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۹ء)

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ الآیۃ

(سورۃ بنی اسرائیل ع ۵ پ ۱۵)۔ (ترجمہ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم اسکی تسبیح کو نہیں سمجھتے) اس وقت آپ میں شاید ہی کوئی ہوگا۔ جس کو ہر چیز ذاکر نظر آتی ہو۔ تکمیل کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ زمین۔ درخت کا ہر پتہ۔ بیل۔ گھوڑا گدھا۔ ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے دروازے پر سدا بلائے۔ اللہ ھو کا پاک نام لینے اور اسکی برکتوں سے مستفیض ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ جن سے ملاقات صفحہ ۱۳ سے آگے

چلے آئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ اس بزرگ جن کے بعض ساتھی مدنی رح کے شاگرد ہیں اس کے علاوہ حضرت کے فیوض تلمذ سے کتنے جنات فیض یاب ہوئے۔ یہ نہیں بتایا جا سکتا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے امام تھے

تقریباً تین دن تک میری اور برادر محترم مولوی ضیاء الحق اعظمی مرحوم کی سخت دوڑ کد اور بحث و تحجت نے لے جا کر جہاں ڈال دیا۔ وہ آستانہ تھا شیخ الاسلام حضرت مدنی رح کا کیونکہ ہم نے اس عرصہ میں تعلق و محبت کا رشتہ بزرگ پرستی اور خام خیالی کی ہر سطح سے بلند ہو کر صرف اپنی معلومات اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہا اور جو کچھ دین اور اہل دین کے لئے پڑھا اور سنا تھا۔ اس کا مجسمہ تلاش کیا۔ تو ہم شہادت دے سکتے ہیں کہ ہماری نظریں حضرت مدنی رح کے سوا ہمیں کہیں نہ ٹھہر اسکیں۔ ہم نے جہاں سے حضرت شیخ کو دیکھا اندازہ اور تصور سے زیادہ مکمل پایا۔

حتیٰ کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری دامت برکاتہم کی اس بات میں کوئی مبالغہ نظر نہ آیا جو انہوں نے اثناء درس میں فرمائی تھی۔ کہ

"مولانا حسین احمد صاحب اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے امام ہیں"۔

شوال ۱۳۷۹ھ لاہور۔

بقیہ تکبر کا علاج صفحہ ۱۳ سے آگے

تو اس کو کوئی تعصب اور تنگ نظری نہیں کہتا۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس شخص نے بالکل ٹھیک کیا۔ غیرت اور خودداری کا یہی تقاضا ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ بھی اپنے دشمن اور مخالف کا نذرانہ قبول نہ کریں تو کیوں اشکال ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا ذریعہ ایمان ہے۔ جو شخص ایمان لے آیا۔ اس نے خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کر لیا۔ اور جو ایمان نہیں لایا۔ وہ باغی ہے تو اگر وہ یہ شرط لگا دیں کہ اگر ایمان لاؤ گے تو قبول کرینگے ورنہ نہیں تو عین حکمت اور عین مصلحت ہے۔

باقی پھر

پرچہ نہ ملنے کی اطلاع فوراً دیں۔



از جناب ابن عبدالرحمن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

کافر و مومن

گذشتہ سے پیوستہ

کافر کی حسنات مُردہ ہیں۔ اس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات و سیئات رہ گئیں سو ایک پلہ کیا تُلے۔ تولنا تو موازنہ کیلئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے۔ یہاں بُرائیوں کے مقابلہ میں نیکی کا وجود ہی نہیں۔ پھر تولنے کا کیا مطلب۔ اب ہماری آیتوں اور رسولوں کے ٹھٹھا کرنے کا مزہ چکھو۔

(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَہُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْہَا حِوَلًا ۔ پ ۱۶۔ ع ۳۔ ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہونگے۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں سے جگہ بدلنی نہ چاہینگے۔ یعنی ہر دم ان کو تازہ بتازہ نعمتیں ملینگی۔ کبھی خواہش نہ کرینگے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

(۵) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ پ ۶۔ ع ۶۔ ترجمہ۔ اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک کام کرتے ہیں۔ بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

نہ صرف اُن کی کوتاہیوں کو معاف کر دیں گے۔ جو بشریت کے تقاضے سے رہ جاتی ہیں۔ بلکہ عظیم الشان اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔

(۶) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔ پ ۶۔ ع ۶۔ ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آئتیں جھٹلائیں۔ وہ دوزخ والے ہیں۔

(مطلب) جس نے قرآن کریم کی صریح و صاف حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھلائے جاتے ہیں۔

مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۔ پ ۲۸۔ ع ۸۔ ترجمہ اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہُوا۔ وہ تو آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے کہ جیسے کافر اہل قبور سے نا اُمید ہو گئے۔

(مطلب) مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو۔ خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہیئے۔ مُنکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھے گا۔ اور پھر دُوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی نا امید ہیں۔

کافر و مومن کی نیکی

(۱) کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے۔ تو اس کی وجہ سے دنیا میں کچھ کشائش ہو جاتی ہے۔ لیکن مومن کی نیکیوں کو خدا اس کی آخرت کے لئے جمع رکھتا ہے اور اس کے بعد اس کی فرمانبرداری پر خوش ہو کر اس کو دُنیا میں بھی روزی عطا فرماتا ہے۔ (مسلم)

(۲) ایمانداروں میں کامل ترین ایماندار وہی ہے۔ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اور تم میں سب سے اچھا وہی شخص ہے۔ جس کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک ہو۔ (صحیحین)

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضور انورؐ نے فرمایا۔ جب مومن کے مرنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور ایک سفید ریشم کا کپڑا لاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے روح! تو خود بھی راضی ہو اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے اپنے رب کی عطا کی ہوئی راحت اور رزق کی جانب اور رب کو غصہ والا نہ سمجھتے ہوئے باہر نکل آ۔ لہٰذا وہ روح اس صورت میں نکلتی ہے کہ اس سے مشک کی خوشبو مہکتی ہوئی ہوتی ہے اور فرشتے تعظیماً اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمان کی جانب عروج کرتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ چیز جو تم زمین سے لے کر آئے ہو۔ اس میں نہایت خوشبو ہے۔ الغرض اس کو دیگر مومنوں کی ارواح میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ وہ لوگ اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی کیا حالت تھی۔ یہ جواب دیتا ہے کہ اس کا ذکر ہی نہ کرو۔ وہ تو دنیا کے غموں میں مبتلا ہے (اگر وہ شخص جس کے متعلق روحیں دریافت کرتی ہیں۔ فوت ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے۔ کہ) وہ شخص تو فوت ہو گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔ یہ کہتے ہیں کہ وہ تو طبقہ جہنم (ہاویہ) میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور جب کافر مرتا ہے تو اس کی روح سے فرشتے خطاب کرتے ہیں کہ تو بھی خفا ہے اور تیرا رب بھی تجھ سے خفا ہے تو باہر نکل آ۔ جب وہ باہر آتی ہے۔ تو اس میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ جیسے مُردار میں تو اس کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ جو چیز تم زمین سے لائے ہو وہ بہت بدبودار ہے۔ الغرض اس کو کفار کی روحوں میں داخل کر دیا جاتا ہے

مومن و کافر کا مکالمہ

وَ یٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ۔ پ ۲۴۔ ع ۱۰۔

ترجمہ۔ اور اے قوم! مجھ کو کیا ہُوا کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو۔

(مطلب) مرد مومن نے کہا کہ سبیل الرشاد (بھلائی کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے۔ بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ۔ تاکہ بہتری کے راستہ پر چلنا نصیب ہو۔ فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بھلی بُری بہرحال ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی۔ جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اسکی درستی کی فکر کرے۔ ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں اور تمہاری

کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے ایسی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیرخواہی تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَّ اَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ ھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ پ۲۴ ع۱۰

ترجمہ۔ تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو۔ کہ میں اللہ کا منکر ہو جاؤں اور اس کے ساتھ اُسے شریک کروں۔ جسے میں جانتا بھی نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں بیشک تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو۔ وہ نہ دنیا میں بلانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ اور بے شک ہمیں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں۔

مومن کافر سے کہتا ہے۔ تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا ماننے لگوں جنکی الوہیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے۔ کہ ان چیزوں کو کیونکر خدا بنا لیا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف دلائل قطعیہ قائم ہیں۔ میرا منشاء یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے۔ اور بہت زیادہ خطاؤں کا معاف کرنیوالا بھی۔

مومن اور کافر کی راہیں الگ ہیں۔

(۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝ پ۵ ع۷۔ ترجمہ

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان والے ہیں سو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں۔ سو شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے حمائیتوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا فریب سست ہے۔

(مطلب) جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں۔ پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا۔ اللہ تعالٰے ان کا مددگار ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ پ۲۲ ع۳۔ ترجمہ۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ ایمان والوں پر نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ پ۱ ع۴۔ ترجمہ۔ اور جو انکار کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔ وہی دوزخی ہوں گے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ پ۳۰ ع۸۔ ترجمہ۔ بے شک گنہگاروں کا اعمالنامہ سجین میں ہے اور آپ کو کیا خبر ہے کہ سجین کیا ہے۔

سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر ایک دوزخی کا نام درج ہے اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں۔ اور اس فرد کے اوپر ہر ایک دوزخی کا نام یا علامت درج کر دیتے ہیں۔ جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ۝ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ پ۳۰ ع۸۔ ترجمہ۔ ہرگز نہیں۔ بے شک نیکوں کا اعمالنامہ علیین میں ہے اور آپ کو کیا خبر ہے کہ علیین کیا ہے ایک دفتر ہے جس میں لکھا جاتا ہے۔

(مطلب) علیین ایک مقام ہے۔ جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں۔ اور ان کے اعمال کی مثلیں مرتب کرکے رکھی جاتی ہیں۔ اور انکی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔ اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ ھُوَ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ ۔ ترجمہ۔ مومن کی فراست (سمجھ) سے ڈرو۔ وہ تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُسکے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
(اقبال)

غریبوں بیکسوں کا حامی و غمخوار ہے مومن
ہجوم کفر پر گرتی ہوئی تلوار ہے مومن
(نفیس خیابانؔ)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پ۱۵ ع۱۶۔

اور کہہ کہ سچی بات تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جو چاہے مان لے۔ اور جو چاہے انکار کر دے۔

(مطلب) خدا کی طرف سے سچی باتیں کہہ دی گئی ہیں۔ کسی کے ماننے اور نہ ماننے کی اُسے کچھ پروا نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہوگا۔ صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے:۔

آہ قاری عبد المالک رح

۳۰ر دسمبر ۱۹۵۹ء کی صبح کو امام فن شیخ القراء حضرت قاری عبد المالک صاحب رح نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر پاکستان کے مذہبی حلقوں میں عموماً اور آپ کے ہزاروں تلامذہ میں خصوصاً بڑے اندوہ و غم سے سُنی گئی آپ نے ہندو پاکستان میں فن قرأت و تجوید کی جو عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ وہ آپ کا ایک ایسا روشن کارنامہ ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اس وقت برصغیر پاک و ہند میں آپ کے ہزاروں شاگرد مسلمانوں کو فن تجوید سکھانے میں مصروف ہیں۔ اور ان کی اس خدمت دین کا ثواب حضرت قاری صاحب رح کی رُوح مبارک کو پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالٰے اپنے کلام پاک کے اس جلیل القدر خادم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

ازمحمد شفیع حاجی عمر اللہ بن ٹھٹھی

عذاب

ہم سب کا معبود اور رب اللہ تعالےٰ ہے۔ إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (والصفت آیت ۴-۵)

ترجمہ - البتہ تمہارا معبود ایک ہی ہے - آسمانوں اور زمین اور اس کے اندر کی سب چیزوں کا اور مشرقوں کا رب ہے۔

وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران آیت ۳۰)

ترجمہ - اور اللہ بندوں پر شفقت کرنیوالا ہے

اللہ تعالےٰ نے اپنی شفقت کاملہ سے حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ التوبہ آیت ۱۲۸ - ترجمہ - البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے - تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے - مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ

"جس کے حسب ونسب اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔ جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے - وہ ان پر بہت بھاری ہے - ہر ممکن طریقے سے آپ چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور دنیوی و اخروی عذاب سے محفوظ رہے - اس لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہ نصیحت فرماتے تھے یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (آسانی کرو - سختی مت کرو) -

نیز اللہ تعالےٰ نے یہ بھی شفقت اپنے حقیر و ضعیف بندوں پر فرمائی کہ انکی رہنمائی کیلئے ایک بین الاقوامی قانون (قرآن شریف) نازل فرمایا - اور جسکی شرح بحکم خدا تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی جو حدیث شریف کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے - تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝ (الفرقان آیت ۱) ترجمہ - وہ بڑی برکت والا ہے - جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رحمہ

"فرقان" (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا - جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے - یہ ہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنیوالے کی عظمت شان علو صفات اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا - یعنی اپنے اس کامل اکمل بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمال عبودیت کی وجہ سے "عبد اللہ" ہو گیا - صلوات اللہ و سلامہ علیہ - یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے - چونکہ سورت ہذا میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے - شاید اسی لئے یہاں صفت "نذیر" کو بیان فرمایا - "بشیر" کا ذکر نہیں فرمایا - اور "للعالمین" کے لفظ سے بتلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے امیوں کے لئے نہیں اترا - بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و صلاح کے واسطے آیا ہے"

انکار

اب جو بدبخت احکام قرآن کا انکار کریگا وہ سخت دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا -

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ (الجاثیہ آیت ۱۱)

ترجمہ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے اور جو اپنے رب کی آیتوں کے منکر ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ قرآن شریف تو سراسر ہدایت ہے جو اس کے احکام کو نہ مانے گا وہ سخت دردناک عذاب بھگتے گا۔

غلط کوشش

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ (السباء آیت ۵) - ترجمہ اور جو ہماری آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے ہیں - ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے -

"جنہوں نے اللہ کی باتوں سے ضد کی - رسولوں کی نہ مانی - انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہونگی" تفسیر ابن کثیر رحمہ

حاصل کلام قرآن اور حدیث کے احکام کے خلاف چلنے والوں کو اس تنبیہ سے سبق لینا چاہیئے

حکم میں ردو بدل

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ سورہ (الاعراف آیت ۱۶۲) - ترجمہ - سو ان میں سے ظالموں نے دوسرا لفظ اس کے سوا بدل دیا جو ان سے کہا گیا تھا - پھر ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا - اس لئے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

یعنی یہود کو حکم تو یہ ملا تھا کہ جب شہر (بیت المقدس یا اریحا) میں داخل ہوں تو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور کہتے جائیں حِطَّةٌ (ہمیں بخشدے)

اب انہوں نے اس حکم کا الٹ کیا - سجدہ نہ کیا - سروں کو اللہ کے حضور میں نہ جھکایا - بلکہ انہیں کو اونچا کیا - رانوں پر گھسک کر شہر میں داخل ہوئے - حِطَّةٌ (بخش دے) کی بجائے حِنْطَةٌ (گیہوں) بطور تمسخر کہا - اللہ تعالیٰ کے حکم کا قولاً و عملاً مذاق اڑایا - نیکوکار بننے کی بجائے ظالم بن گئے اور اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا - طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور بقول حضرت شاہ صاحب رحمہ قریباً ستر ہزار آدمی مرے -

ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے - اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی بہت بڑی قدر کرنی چاہیئے کسی حکم کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے کسی حکم کی غلط تاویل کر کے اسکی خلاف ورزی نہ کرنی چاہیئے - بھولئے مت -

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ (الفجر آیت ۱۴)

ترجمہ - بیشک آپ کا رب تاک میں ہے -

"یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے - کہ فلاں کیونکر گذرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا - اور کیا لے گیا - پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں

سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے۔ کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں۔ اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھول جاتے"۔ (حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ)

آل فرعون

اس بدبخت قوم کے حال پر غور کرو۔ ان کی تنبیہ کے لئے دفعتاً فوقتاً ان پر طرح طرح کے عذاب آئے۔ دریائے نیل کی طغیانی سے ان کے کھیت تباہ ہوئے۔ ٹڈیاں آئیں اور سبز کھیت چٹ کر گئیں۔ جوئیں بدن اور کپڑوں میں پڑ گئیں۔ ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور پانی لہو بن گیا۔

جب بھی کوئی عذاب آتا تو حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کرتے اور وعدہ کرتے کہ اگر اس مرتبہ عذاب ٹل گیا تو ایمان لے آئیں گے۔ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجدیں گے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝ (الاعراف آیت ۱۳۵) ۔ ترجمہ۔ پھر جب ہم نے ان سے ایک مدت تک عذاب اٹھا لیا کہ انہیں اس مدت تک پہنچنا تھا۔ اس وقت وہ عہد توڑ ڈالتے۔ آخر یہ عہد شکنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو جھٹلانا اور اللہ کے احکام سے غفلت انکی بربادی کا باعث بنی اللہ تعالیٰ نے انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (الاعراف آیت ۱۳۶) اس واقعہ میں ہمارے لئے بڑی عبرت کا سامان موجود ہے۔ آئے دن جب ہم ایک نہ دوسری مصیبت سے دوچار ہوتے ہیں تو اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ

(سورۃ النساء آیت ۷۹)

ترجمہ۔ اور جو تجھے برائی پہنچے۔ وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۳۰) ۔ ترجمہ۔ اور تم پر مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

بقول حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ العالی "مصائب نتائج اعمال ہوتے ہیں"۔

حاصل کلام مصائب کی روک تھام کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنا تعلق باللہ ٹھیک رکھیں اور زندگی کے چار دن قال اللہ و قال الرسول کے مطابق گزار دیں۔

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۱۴۷) ترجمہ۔ کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا۔

حضرت شیخ الہندؒ "یعنی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا قدر دان ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔ جو شخص اسکے حکم کو ممنونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔ اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو ایسے شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا۔ وہ تو سرکش اور نافرمانوں کو سزا دیتا ہے"۔ (از حضرت شیخ الہندؒ)

نافرمانوں کو سزا

إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ (العنکبوت آیت ۳۴)۔ ترجمہ۔ ہم اس بستی والوں پر اس لئے کہ بدکاری کر رہے ہیں۔ آسمانوں سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ "تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کی"۔ حضرت علامہ ابن کثیرؒ نے انکی بے حیائی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

(۱) "مردوں سے حاجت روائی کرتے جو ان سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا (۲) راستے روکتے تھے (۳) ڈاکے ڈالتے تھے (۴) قتل و فساد کرتے تھے (۵) مال لوٹ لیتے تھے۔ (۶) مجلسوں میں علانیہ بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔ کوئی کسی کو روکتا نہیں تھا۔ (۷) سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ ہوائیں نکال کر ہنستے تھے۔ (۸) مینڈھے لڑواتے۔ مرغ لڑواتے (۹) اور بدترین برائیاں کرتے تھے۔ اور علی الاعلان مزے لے کر گناہ کرتے تھے

اس کوتاہ اندیش قوم کی بستیاں الٹ دی گئیں پتھر برسائے گئے اور نیست و نابود کر دیئے گئے۔ ۴۴ عقلمندوں کیلئے اس واقعہ میں بڑا سبق ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(از عبدالعزیز بن سعود مرو مدرسہ ہاشمیہ سجاول)

★ خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔
★ کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے
★ سنیدہ میں شک کرنا شرک کے برابر ہے
★ بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے۔
★ شکر نعمت حصول نعمت کا باعث ہے۔
★ ادب بہترین کمالات میں سے ہے۔
★ عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔
★ دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
★ گناہوں پر نادم ہونا انکو مٹا دیتا ہے
★ نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔
★ خواہش پرستی ہلاک کرنے والا ساتھی ہے
★ بری عادت ایک زور آور دشمن ہے۔
★ سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔
★ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
★ سچائی میں اگرچہ خوف ہے۔ مگر باعث نجات ہے۔ اور جھوٹ میں گو اطمینان ہے۔ مگر موجب ہلاکت ہے۔
★ غریب وہ ہے۔ جس کا کوئی دوست نہ ہو
★ علم بغیر عمل ایک آزار اور عمل بغیر اخلاص بیکار ہے۔
★ دوست کو اپنے حال سے اتنا واقف نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر وہ دشمن بھی بن جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے۔
★ عاقل سوچ کر بات کرتا ہے۔ نادان بات کر کے سوچتا ہے ٭
★ لوگوں کے پاس عاجزی کرنے سے ان سے ناامید رہنا اچھا ہے۔
★ عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ نہ کہ خود باعث عبرت ہو ٭

فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

۴۴۔ ایسے گندے افعال اور بیہودہ حرکات کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے۔ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے بارے میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے ٭



از جناب کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

ماں کا حق تین حصے اور باپ کا ایک حصہ ہے

حضورؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تیری ماں۔ پھر دوبارہ سہ بارہ ماں ہی کو بتایا پھر فرمایا کہ تیرا باپ۔ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے) (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہؓ)

اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ۔ اس لئے کہ حضورؐ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں۔ کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ حمل[1] کی۔ جننے[2] کی اور دودھ[3] پلانے کی۔ اسی وجہ سے فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا۔ تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے۔ البتہ اعزانہ اور ادب تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے (مظاہر حق) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں۔ جس کی قرابت جتنی قریب ہوگی۔ اتنا ہی مقدم ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو۔ اس کے بعد باپ کے ساتھ۔ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ۔ الاقرب فالاقرب۔ اور اپنے پڑوسیوں اور حاجتمندوں کو نہ بھولنا (کنز)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیں "تاکہ تعمیل ارشاد کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ احسان کرو۔ دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو۔ (دُرِمنثور)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں۔ جس میں یہ پائی جائیں توحق تعالیٰ شانہٗ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتے ہیں۔ اور جنت میں اس کو داخل کر دیتے ہیں۔ ضعیف[1] پر مہربانی۔ والدین[2] پر شفقت۔ اور ماتحتوں[3] پر احسان (مشکوٰۃ)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے۔ تو اس کو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (مشکوٰۃ عن انسؓ)

نشانات قدم میں تاخیر کیئے جانے سے عمر کی درازی مراد لی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی۔ اتنے ہی زمانہ تک اس کے چلنے سے نشانات قدم زمین پر پڑیں گے۔ اور جو مر گیا۔ اس کے پاؤں کا نشان زمین سے ہٹ گیا۔ اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ عمر ہر شخص کی متعین ہے۔ قرآن پاک میں یہ مضمون کئی جگہ صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک وقت مقرر ہے۔ جس میں ایک ساعت کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماء نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں۔ وہ گھنٹوں میں کر لیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں۔ وہ دنوں میں کر گزرتا ہے۔ اور بعض علماء نے دراز عمر سے اس کا ذکر خیر مراد لیا ہے۔ کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر خیر اس کا جاری رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے۔ جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے۔ جب حضورؐ نے جن کا قول سچا اور ارشاد برحق ہے۔ اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو۔ اس کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ اور اللہ پاک کی ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے۔ اس کو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ ہر چیز کا جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے۔ نہ کوئی مانع ہے (مظاہر تغیر)

ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے۔ میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ رزق میں اس کے وسعت ہوتی ہے۔ اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (کنز)

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق (اور پکی ہیں)۔

اوّل۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے۔ اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔

دوم۔ جو شخص مال کی زیادتی کیلیئے سوال کرے۔ اس کے مال میں کمی ہوتی ہے

سوم۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے۔ اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ (درمنثور)

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابل مدح ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے

دوسرے۔ یہ کہ رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے۔ اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے۔ کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس سے فرشتوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔

چوتھے یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج اور غم ہوتا ہے۔

چھٹے یہ کہ اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔

ساتویں یہ کہ رزق میں برکت ہوتی ہے

آٹھویں یہ کہ مُردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے۔ کہ باپ دادا جن کا انتقال ہو گیا۔ ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہے۔

نویں یہ کہ آپس کے تعلقات میں اس سے

ایڈیٹر
عبد المنان چوھان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ — مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن " " T.B.C. ۲۷۳/۲۴۸۱ — مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

قوت ہوتی ہے۔ جب تم کسی کی مدد کروگے اس پر احسان کروگے۔ تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہشمند ہوگا۔

دسویں۔ مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہیگا۔ جس کی بھی تم مدد کروگے۔ تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کرکے دعائے خیر کرتا رہے گا۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہوں گے۔ ایک صلہ رحمی کرنے والا کہ اس کے لئے دنیا میں بھی اس کی عمر بڑھائی جاتی ہے۔ رزق میں بھی وسعت کی جاتی ہے اور اس کی قبر میں بھی وسعت کردی جاتی ہے۔

دوسرے وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی خاطر ان کے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے۔ تاکہ ان کی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔

تیسرے وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور یتامی مساکین کی دعوت کرے۔

رائے مبارک حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسنۂ کائنات

مسلمانوں میں عام طور پر دین کی تعلیم نہ ہونیکے باعث بے دینی پھیل گئی ہے۔ اکثر مسلمان مرد ہوں یا عورتیں حق تعالیٰ کے ارشادات سے واقفیت نہیں ہے۔ اسلئے مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی کلام پاک یعنی قرآن مجید کی مخالفت کرتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی واقفیت نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عام طور پر مخالفت کرتے ہیں اور اسی ناواقفیت کا یہ نتیجہ ہے کہ انسانوں کے حقوق (مثلاً ماں باپ) بھی ادا نہیں کرتے۔ حالانکہ ماں باپ کی دل آزاری بہ مستقل ایک ایسا گناہ ہے کہ اگر انسان اور تمام نیکیاں کرے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرے مگر ماں باپ کی فرمانبرداری نہ کرے اور دل دکھائے تو سب سے پہلے دوزخ میں جائیگا اور اس جرم کی سزا بھگتنے کے بعد وہاں سے نکل کر آئیگا مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی محسنۂ کائنات پڑھیگا تو اس کا دل موم ہو جائیگا۔ اور اسکے پڑھنے کی برکت سے ماں کا فرمانبردار ہو جائیگا۔ پہلی حالت میں دوزخ کی طرف جارہا تھا۔ تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کی پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضا الٰہی کا تمغہ حاصل کریگا اور سیدھا جنت میں پہنچ جائیگا۔

دعا۔ بارگاہ الٰہی میں بصد عجز دعا کرتا ہوں کہ ماسٹر لال دین صاحب کی اس دینی خدمت کو قبول فرمایئے۔ اور محسنۂ کائنات کو ماسٹر صاحب کی نجات اور مخلوق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا